عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا (بنی اسرائیل)

قریب ہے کہ کھڑا کر دے تیرا رب تجھے مقام محمود میں

ع الٰہی عاقبت محمود گرداں

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ

محمودیہ

جس میں لسان اللہ، حکیم الامت، امام ولی اللہ دہلویؒ کے ارشادات ودعوت اور انقلابیت کی تعیین خود ان کی تصنیفات وغیرہ سے کی گئی ہے

از

امام انقلاب، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

مع اردو ترجمہ مسمّٰی بہ

عبیدیہ

از شیخ بشیر احمد، بی۔اے، لودیانوی، معتمد بیت الحکمت، لاہور

مکتبہ بیت الحکمت، نیا بازار، لاہور

سے شائع ہوا

بار اول: ۱۰۰۰

قیمت: ۱۲/

عَسٰٓی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا

قریب ہے کہ کھڑا کر دے تیرا رب تجھے مقامِ محمود میں

ع الٰہی عاقبت محمود گرداں

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ

محمودیہ

جس میں لسان اللہ، حکیم الامت، امام ولی اللہ دہلوی کے ارشادات و دعوت
اور انقلابیت کی تعیین خود ان کی تصنیفات وغیرہ سے کی گئی ہے

از

امامِ انقلاب، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

مع اردو ترجمہ مسمّٰی بہ

عبیدیہ

از شیخ بشیر احمد، بی۔ اے، لودیانوی، معتمد بیت الحکمت، لاہور

مکتبہ بیت الحکمت، نیا بازار، لاہور
سے شائع ہوا

بارِ اوّل : ۱۰۰۰

قیمت : ۸ر

فہرستِ مضامین

مضمون	صفحہ

مولوی خدا بخش "صدر بیت الحکمت" لاہور

نے

گیلانی برقی پریس، لاہور، میں

باھتمام

جناب ضمیر احمد خاں صاحب پرنٹر طبع کرا کر

مکتبہ بیت الحِکمۃ نیا بازار۔ لاہور

سے شائع کیا

سنہ ۹۴۵ ہجری   سنہ ۱۹۴۵ عیسوی

عرضِ مُرتّب

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی (نوّر اللہ مرقدہٗ) قدرت سے وہ دل و دماغ لے کر آئے تھے جو بہت کم انسانوں کو نصیب ہوتا ہے چنانچہ مولانا حسین احمد صاحب مدنی اپنے ایک مضمون میں فرماتے ہیں کہ :-

"مولانا عبیداللہ صاحب مرحوم ذکی الطبع اور سمجھ بُوجھ والے جفاکش اور محنتی ابتداءِ عمر سے واقع ہوئے تھے۔ . . . حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز ان کی ذکاوت اور علمی دلچسپی اور استقامت ہی کی بنا پر ان سے بہت زیادہ مانوس رہتے تھے۔"

("زمزم" ۱۹ مارچ ۱۹۴۵ء سہ شنبہ)

بچپن ہی میں اسلام قبول کرنے کے بعد دیوبندی مسلک پر قرآن حکیم، حدیث، فقہ فلسفہ وغیرہ کا مطالعہ کیا۔ جس میں دیوبندی سیاست سے بھی آپ کا خاص تعلق پیدا ہو گیا چنانچہ اس سلسلے میں آپ کو اپنے استاذِ جلیل حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسن قدس سرہ العزیز کے ایماء پر افغانستان جانا پڑا۔ وہاں سے چند سال کے قیام کے بعد نکلے تو روس سے ہو کر گزرنا پڑا۔ اس سفر کے دوران میں حضرت مولاناؒ نے روس کے اُس وقت کے نئے انقلاب کا بھی گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ اور اس انقلاب کی لادینیت کے خطرے کو اس قدر محسوس کیا۔ کہ اپنے اتحادِ اسلام کے پروگرام کو جسے لے کر آپ ہندوستان سے نکلے تھے چھوڑ کر اس فکر میں لگ گئے کہ انسانی فطرت کے اس طبعی تقاضے ----

مذہبیت ـــــ پر اس نئے انقلاب کا جو تباہی انگیز اثر پڑ رہا ہے اُس کا سدِّ باب کس طرح کیا جائے ۔

وہ سکھ دھرم سے تو پیدائشی تعلقات کی بنا پر واقف ہی تھے۔ گو اس کا چولا اپنے قامتِ بالا پر تنگ پا کر اُتار چکے تھے لیکن اب ان کا محبوب اسلام ہی جس کی خاطر وہ برسوں سے مصائب برداشت کر رہے تھے اور جس میں اُنہیں انسانیت کی نجات نظر آتی تھی خطرے میں پڑ گیا تھا انہوں نے روسی اشتراکیت کے مطالعے کے بعد اس کے دو اصول معین کر لیے :۔

(۱) سرمایہ داری کا استیصال

(۲) لامذہبیت

اب جو انہوں نے اسلام کی ترجمانی کرنے والے مختلف مسالک کا تجزیاتی مطالعہ کیا تو حجۃ اللہ علی العالمین حضرتِ امام الحکمۃ، امام ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو اپنی اُس وقت کی پوزیشن میں کافی اطمینان بخش پایا۔ چنانچہ وہ روس سے نہ صرف اپنا ایمان سلامت لے آنے میں کامیاب ہوئے بلکہ جن روسی رہنماؤں سے عرصہ تک مکالمات ہوتے رہے ان کو بھی اسلام کی برتری کے ایک حد تک قائل کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔

امام ولی اللہ کے ذریعے سے اس عظیم الشان کامیابی کے حصول نے اُن کی آنکھیں کھول دیں۔ اگر وہ پہلے حضرت امام الحکمۃ کو محض ایک فلسفی سمجھتے تھے تو اب انہیں ایک مجدد سمجھنے پر مجبور ہو گئے جو اس دور کے لئے ایک پیام لے کر آئے تھے ۔

جب حضرت مولانا ٹرکی میں مقیم ہوئے تو انہیں اپنے گزشتہ تجربات پر غور و فکر کرنے کا موقعہ ملا۔ یہاں انہوں نے ٹرکی کے انقلاب کا بھی بہت گہرا مطالعہ کیا۔ اور اس میں بھی لادینیت کے جراثیم پائے۔ اب یہ شعلہ فشاں مسئلہ پوری قوت کے ساتھ ان کے سامنے آگیا کہ جس لادینی انقلاب کے سامنے بخارا کی مذہبیت اور ٹرکی کی

صدیوں کی سیاست نہ ٹھہر سکی اُس کا سدِّ باب کس طرح کیا جا سکتا ہے اگرچہ امام ولی اللہ دہلویؒ کے مطالعے کے بعد ایک گونہ اطمینان ہو چکا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی مسئلے کی اہمیت بھی پوری شدت کے ساتھ ان کے سامنے آ گئی تھی۔

آخر مکہ مکرمہ کے بارہ سال کے قیام میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس لادینی سیلاب میں اپنے آخری سہارے یعنی حکمت امام ولی اللہ دہلویؒ کا ہر پہلو سے مطالعہ کیا۔ کیا یہ حکمت اسلام کی پوری ترجمانی کرتی ہے؟ کیا یہ حکمت انسانیت کے مختلف طبقات میں کوئی رابطہ پیدا کرتی ہے؟ کیا یہ حکمت تاریخ انسانیت کے مختلف ادوار میں کوئی تناسب قائم کرتی ہے؟ کیا یہ حکمت انسانیت کے طبعی تقاضوں کو سمجھتی اور انہیں پورا کرتی ہے؟ اور کیا یہ حکمت دورِ حاضر کے مسائل کو حل کرتی ہے؟ یہ اور اسی قسم کے خدا جانے کتنے سوالات حضرت مولانا کے ذہن میں آئے جن کے حل کے لئے انہوں نے حکمت ولی اللٰہی کو اچھی طرح اور پوری طرح کھنگال ڈالا۔ اور اس سلسلے میں انہیں جس جس چیز کی ضرورت پیش آئی بالعموم قدرتِ خداوندی اس کی فراہمی کا سامان ساتھ ساتھ کرتی رہی۔ یہاں تک کہ آپ حکمت ولی اللٰہی کے "حافظ" ہو گئے۔ چنانچہ مولانا حسین احمد صاحب مدنی مذکورہ بالا مضمون ہی میں فرماتے ہیں کہ

> "ابتداہی سے ان کو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصانیف سے بہت شغف تھا۔ مرحوم ان کتابوں اور رسائل کو بغور اور جدوجہد کے ساتھ مطالعہ کیا کرتے تھے تا اینکہ اکثر مضامین ان کتب کے ان کو ازبر ہو گئے تھے۔"[۱]

اب انہیں اس مطالعے سے اپنے تمام سوالات کے جوابات مل گئے اور نہایت تسلی بخش

---

[۱] حضرت مولانا کے اس شغف کا یہ عالم تھا کہ انہیں حضرت حکیم الامت امام ولی اللہ دیکھئے صلا

ل گئے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ :-

حکمت ولی اللّٰہی اسلام کی پوری پوری ترجمانی کرتی ہے لیکن صرف اُس دَور کی جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک سے شروع ہو کر امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ خلیفۂ سوم کی شہادتؓ پر ختم ہوتا ہے۔

یہ حکمت انسانیت کی وحدتِ کاملہ کی مدعی ہے

حاشیہ صـ۱۱ :- دہلویؒ کی کتابوں کے مضامین مستحضر رہتے تھے چنانچہ مولانا نور الحق صاحب علوی سابق پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کا بیان ہے کہ :-

"سنہ ۱۹۴۱ء (۱۳۶۱ھ) ہندی میں مجھے رسالہ سطعات" (از حضرت امام ولی اللہ دہلوی) کے ایڈٹ کرنے کا خیال پیدا ہوا تب مجھے معلوم تھا کہ مدرسہ دار الرشاد گوٹھ پیر جھنڈا (ضلع حیدر آباد سندھ) میں اس کتاب کا ایک قدیم مطبوعہ نسخہ موجود ہے۔ مولانا مرحوم اس وقت دار الرشاد میں مقیم تھے۔ میں نے اس نسخے کے لئے مولانا مرحوم کو لکھا۔ آپ نے وہ نسخہ مجھے بھیج دیا۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں بھی اس کتاب کا ایک خطی نسخہ تھا۔ جسے مولوی سید سرفراز علی صاحب سندیلی نے محرم الحرام ۱۳۰۱ھ میں ختم کیا۔ ہر دو نسخوں کو سامنے رکھ کر میں نے کتابِ مذکور کو مرتب کرنا شروع کیا۔ مطبوعہ نسخے کے آخری حصے میں ایک مقام پر تقریباً بقدر ایک سطر بیاض تھا۔ جسے اہلِ مطبع نے چھوڑ دیا تھا۔ اس سے ذرا نیچے دو تین سطریں بعد دو تین الفاظ کا دوسرا بیاض تھا۔ ان ہر دو بیاضوں کو حضرت مولانا مرحوم نے کسی گزشتہ زمانے میں اپنے مطالعے کے وقت اپنے قلم سے پُر کیا تھا۔ میں مولانا مرحوم کا خط بھی پہچانتا ہوں۔ ادھر میں نے مولوی سرفراز علی صاحب کے نسخے میں جب دیکھا تو مولانا نے جن جملوں سے ہر دو بیاض پُر کئے تھے تقریباً وہی الفاظ نسخہ سندیلیہ میں بھی تھے اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ یا تو مولانا کو شاہ صاحب کی کتابیں ازبر ہیں یا قوتِ حدس اس مقام تک ترقی کر چکی ہے۔ جہاں سے شاہ صاحب اخذ کرتے ہیں۔

یہی حال رسالہ سطعات کے پڑھتے وقت بھی میں نے دیکھا۔ "سطعات" کا مطبوعہ نسخہ نہایت غلط بلکہ مسخ شدہ تھا۔ مگر حضرت مولاناؒ بلا تکلف ان اغلاط کی تصحیح کرتے جاتے تھے ۲ سنہ ۳۵ ہجری

یہ حکمت تاریخ انسانیت میں نہایت اطمینان بخش ربط پیدا کرتی ہے اور ساری تاریخ انسانیت کو ایک وحدت سمجھتی ہے جس کے مختلف اجزا کی تاریخیں حصہ ہیں۔ بلکہ ہر دَور کی حکمت جداگانہ معین کر کے ان سب حکمتوں کو ایک کل کا جز بناتی ہے ÷

یہ حکمت انسانیت کے طبعی تقاضوں کو خوب سمجھتی ہے اور نہیں کامل طور پورا کرتی ہے

یہ حکمت نہ صرف دورِ حاضر کے موجودہ مسائل کا حل کرتی ہے۔ بلکہ انسانیت کے خاتمے تک کے مسائل کے حل کی طرف واضح اشارات کرتی ہے ÷

یہ حکمت کائنات، انسانیت اور انسان کا ایسا تجزیہ کرتی ہے کہ ان کے تمام اجزا نہایت خوبصورتی کے ساتھ باہم مربوط نظر آتے ہیں اور اس کے ذریعے سے ساری دنیا کی اقوام آپس میں مل سکتی ہیں۔

یہ حکمت اسلام کے مختلف مسالکِ فکر میں بھی ایک ربط پیدا کرتی ہے

ان سب باتوں کے مطالعہ کے بعد حضرت مولانا نے قطعی اور یقینی طور پر سمجھ لیا کہ حکمت ولی اللہی کے دو بڑے اجزا حسبِ ذیل ہیں:-

(۱) سرمایہ داری کا قطعی استیصال

(۲) اس کے ساتھ دینیت کا ربط

ان عظیم الشان حقائق کے معلوم ہونے کے بعد ناممکن تھا کہ حضرت مولانا جیسا حکیم مزاج حکمت شناس انسان امام ولی اللہ دہلوی کی حکمتِ عالیہ کا داعی نہ بن جاتا چنانچہ ایسا ہی ہوا بھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے اواخر ۱۹۳۸ء ؁ ہندی میں اپنے عزیز دوست مولانا غلام رسول صاحب مہر مدیر "انقلاب" لاہور کو جو خود نوشت حالات لکھ کر بھیجے ان میں امام الحکمت، امام ولی اللہ دہلوی کو حکمت میں "مجتہد مستقل" قرار دینے کے بعد لکھا کہ ہندوستان میں آنے کے بعد

"میرا محبوب مشغلہ فلسفۂ امام ولی اللہ کی تعلیم و اشاعت ہوگا"

اور پھر ہندوستان میں واپس تشریف لانے کے چار ہی ماہ بعد جمعیت علماء بنگال کے اجلاس میں جو خطبہ دیا اس میں یہ بھی فرمایا کہ :-

"آج میں یہ تصریح کرنے کے لئے آپ کے سامنے کھڑا ہوا ہوں کہ امام ولی اللہ دہلوی کی حدیث و فقہ میں جس قدر ضرورت ہے۔ اس سے زیادہ ہم ان کی حکمت و فلسفہ و سیاست سمجھنے کے محتاج ہیں۔ میرا ذاتی تجربہ یہ ہے۔ کہ یورپ کا فلسفہ سمجھنے کے لئے اور انقلابی سیاست پر قابلیت کے ساتھ غور کرنے کے لئے یا اپنی قومی اور مذہبی خودی قائم رکھنے کے لئے اس امام کی کتابوں کی بے حد ضرورت ہے۔ اس کا جبر کوئی دوسرا مصنف نہیں کرسکتا"۔

اس کے بعد آپ نے ہندوستان میں، ہر محفل میں، ہر مجلس میں، ہر درس میں، ہر ملاقات میں غرض ہر جگہ اور ہر وقت یہی ایک فکر یہی ایک حکمت پیش کی لیکن جن لوگوں نے امام ولی اللہ کا مطالعہ اتنا اور اس طرح نہیں کیا تھا اور جس طرح حضرت مولانا مرحوم نے کیا تھا وہ پہلے پہل آپ کی باتوں پر حیران ہوئے۔ پھر کچھ چیں بہ جبیں ہوئے۔ اور اب دبی زبان میں مولانا مرحوم کو آڑ بنا کر حضرت امام کی باتوں کا انکار کرنے پر تلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ دو قسم کے لوگ ہیں :-

(۱) وہ لوگ جو امام ولی اللہ کو صرف ایک بڑے عالم کی حیثیت سے مانتے ہیں۔ لیکن ردّ و قبول کا فیصلہ خود اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں

(۲) وہ لوگ جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح کے اتباع میں امام ولی اللہ کے اصول کو کامل طور پر بلا شرط و استثنا مانتے ہیں۔

حضرت مولانا مرحوم نے اول الذکر لوگوں کو کبھی مخاطب نہیں بنایا۔ اس لئے اگر

لہ بندرگاہ کراچی میں، ۷ مارچ ۱۹۳۹ء کو نزول فرمایا (مرتب)

۲ہ یہ خطبہ ۳ جون ۱۹۳۹ء کو دیا۔

وہ اُن باتوں کو نہیں مانتے جو مولانا عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ امام ولی اللہ دہلوی رحؒ کی ہیں۔ تو ان سے فی الحال تعرض نہیں کیا جا سکتا لیکن جو لوگ امام ولی اللہ دہلوی کے اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان پر حضرت مولانا رح کی طرف سے اتمام حجت کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا رح نے اس مختصر رسالے میں یہ دکھایا ہے کہ امام ولی اللہ دہلوی کیا کہتے ہیں اور ان کے اوّلین معتقدین نے آپ کو کیا سمجھا۔ اس سلسلے میں مولانا مرحوم نے نہ صرف خود حجۃ اللہ علی العالمین، امام الحکمت، امام ولی اللہ دہلوی رحؒ کی کتابوں سے اقتباسات پیش کئے ہیں۔ بلکہ ان کے ماموں زاد بھائی شاہ محمد عاشق پھلہتی رح ان کے فرزند جلیل امام عبدالعزیزؒ اور ان کے پوتے حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے خیالات بھی ان کے متعلق پیش کر دئے ہیں اور ایک اقتباس تحریک ولی اللٰہی کے فاتح دور سوم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کا بھی دے دیا ہے تاکہ اس دور سے کا ربط پہلے دو ادوار کے ساتھ قائم ہو کر ثابت ہو جائے کہ یہ سلسلۃ المذہب امام الحکمۃ حکیم الامت کو کس نظر و قعت سے دیکھتا ہے ؛

اس رسالے کے مطالعے کے بعد کسی شخص کو یہ کہنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہے گی کہ امام ولی اللہ دہلوی کچھ اور تھے اور مولانا عبیداللہ سندھی رح ان کو کسی اور ہی رنگ میں پیش کرتے ہیں ؛

انشاءاللہ تعالیٰ حسب ضرورت مولانا مرحوم کے ان رسائل کا سلسلہ چند نمبروں تک جاری رہے گا۔ اور دیوبندی ائمہ کے خیالات اس سلسلے میں پیش ہوتے رہیں گے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ جو لوگ حضرت امام ولی اللہ دہلوی کو مانتے ہیں۔ انہیں اُن کو اُن خیالات کے ساتھ ماننا پڑے گا۔ جو مولانا رح پیش کرتے ہیں اور جو انہیں نہیں ماننا چاہتے وہ نہ صرف تبرکاً ماننے ہی سے انکار کردیں گے۔ بلکہ جو نام نہاد متبعین مولانا عبیداللہ رحمۃ اللہ کو آڑ بنا کر امام صاحب کا انکار کرتے ہیں۔ انہیں یا تو رجوع کرنا پڑے گا۔ یا وہ ان کا صاف

صاف اور براہِ راست انکار کردیں گے۔ اس طرح اِن سب لوگوں پر خدا کی حجت قائم ہو جائے گی اور جو لوگ حضرت حکیم الامت امام ولی اللہ دہلوی کو خالصاً اور کاملاً مانتے ہیں۔ ان کا راستہ صاف نظر آجائے گا۔ واللہ المستعان۔

۱۱ رجب المرجب ۱۳۶۴ھ ہجری القدس — بشیر احمد بی۔اے لودیانوی
۲۲ جون ۱۹۴۵ء ہندی — معتمد خصوصی حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رح
۱۹۴۵ء
بیت الحکمۃ لاہور

اِظہارِ تشکّر

کارکنانِ بیت الحکمت حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خُدام الدین لاہور کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اپنے بیش قیمت اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر ترجمۂ **عبیدیہ** کی سماعت فرمائی اور بعض جگہ مناسب اصلاح و تصحیح بھی کی جزاہُ اللہُ عنّا خیرَ الجزاء۔

رسالہ

مَحْمُودِیَّہ

مع اردو ترجمہ مُسمّٰی بہ

عُبَیْدِیَّہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

اما بعد فهذه رسالةٌ مشتملةٌ على فصولٍ مهمةٍ من كلام الامام ولي الله الدهلوي (قدس الله سره العزيز ورفع درجاته في العليين) لتعريف الناس بارشاده وتقريب اذهانهم الى دعوته ◆

فزماننا هذا زمانُ انتقالٍ من دورٍ الى دورٍ فقد انقضى دورُ الملوكية التي اسسها السلاطين من عصرِ السلطان محمودِ الغزنوي والسلطانِ محمد الغوري الى زمان السلطان شاهجهان والسلطان عالمگير انار الله براهينهم ◆

وبدء دور القومية والشورائية البرلمانية في البلاد المشرقية عموما وفي بلادنا خاصة بعد نضجِ تلك النظرية في البلاد الغربية عموما وفي البرطانية خاصة ◆

وقد عرف من تعمق في مطالعة التاريخ وفلسفته ان طائفة من العلماء والامراء كانوا قد تهيئوا لقبول نوعٍ من نظام الجمهورية الانقلابية قبل سقوط الدولة الهندية لكن غباوة عامة المكتبين ودعاية راسماليين المتغلبين نومت عوام بلادنا فلم تتكامل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

امّا بعد یہ رسالہ حضرت حکیم الہند **امام ولی اللہ دہلوی** (قدس اللہ سرہٗ العزیز و رفع درجاتہٗ فی العلّیین) کی کتابوں کے بعض اہم اقتباسات پر مشتمل ہے اس کے ذریعے سے اہلِ ہند کو یہ جتانا مقصود ہے کہ حضرت حکیم الہندؒ کس راہ کی طرف ہدایت فرماتے تھے تاکہ لوگوں کے ذہن اُن کی دعوت کے سمجھنے کے قابل ہو جائیں +

ہم اس وقت زمانۂ مرور (TRANSITION PERIOD) میں ہیں تاریخ ہند میں ملوکیت کا جو دَور سلطان محمود غزنوی (المتوفی ۴۲۱ھ) اور سلطان محمد غوری (المتوفی ۵۹۶ھ) سے شروع ہو کر سلطان شاہجہان (المتوفی ۱۰۷۶ھ) اور سلطان عالمگیر (المتوفی ۱۱۱۸ھ) تک رہا وہ اب بالکل ختم ہو چکا ہے اور قومیت (NATIONALISM) اور شورائیت (DEMOCRACY) کے جو اصول مغربی ممالک میں بالعموم اور برطانیہ میں بالخصوص پختہ ہو چکے ہیں۔ وہ اب مشرقی ملکوں میں خاص کر ہندوستان میں ظاہر ہو رہے ہیں تاریخ ہند کے واقعات اور ان واقعات کے پیدا کرنے والی قوتوں پر غور کرنے والوں کو معلوم ہے کہ ہمارے اہلِ علم اور صاحبِ امر لوگوں کی ایک جماعت دولتِ ہندیہ کی بربادی سے پہلے اسی قسم کے جمہوری اور انقلابی نظام کو اہلِ ہند میں مقبول بنانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن بدقسمتی سے ہمارے مزدور طبقے کی کم فہمی اور کند ذہنی اور سرمایہ دار (CAPITALIST) حکمرانوں کے پراپیگنڈہ نے ہمارے ملک کے عوام کو خوابِ غفلت میں مبتلا کر دیا۔

الانتباہ الّا بعد سقوط الدولة العثمانية

ثمّ انّ نظرية الجمهورية لمّا ارتقت بالتدريج الطبعي فی اوروبا وما حولها فكل ملة تنبهت من الشرقيين، مثل روسيا ويابان ثم تركيا وايران، لم يكن لها بُدٌّ من تقاليد اوروبا فی النظام العسكري والصناعی والبرلمانی فنحن اذا اردنا تنظيم نهضة مليةٍ هندية لا نقدر على مخالفة اوروبا ومن تبعهم كلّهم •

وبعد ذلك قد عرض لنا فی زماننا عارضٌ اَدهش افكارنا هو انّ دعاة الجمهورية من الاوروباويين عامتهم ينفون الدين رأسًا، فبقينا فی حيرة لانّ التاخر عن الانقلاب ينتج الذلة والهوان والتقدم على منهجهم يفضی الی هدم الدين •

وبعد ما كابدنا مشقةً شديدةً فی مطالعة تاريخ من تقدم علينا حصل لنا اليقين باننا للخروج من تلك الحالة الحائرة الموصلة الی اليأس والقعود فی حاجة شديدة الی تعيين امام من ائمة الدين يهدی الی الرشد نقتدی به فی اطوار الانقلاب التی طرءت علينا •

ومن اجلی البديهيات عند من حصل له تجارب الحركات الانقلابية انّه لا يصلح لهذا المنصب الجليل الّا من يكون

جس سے ان کی آنکھ دولتِ عثمانیہ کے سقوط تک نہ کھلی ؎

چونکہ نظریۂ جمہوریت کا آغاز یورپ میں ہوا۔ اور وہاں وہ طبعی طور پر رفتہ رفتہ ترقی پزیر ہوا۔ اس لئے مشرقی لوگوں میں سے جو بھی بیدار ہوئے مثلاً روس اور جاپان، اور ٹرکی اور ایران، ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ عسکری (MILITARY) صنعتی (INDUSTRIAL) اور شورائی (DEMOCRATIC) نظاموں میں یورپ ہی کی پیروی کرتے۔ اور اب جب ہم ہندوستان میں ملی بیداری (NATIONAL AWAKENING) کا کام شروع کرتے ہیں تو لامحالہ یورپ اور اس کے متبع ملکوں کی مخالفت کرنے کی کوئی راہ نہیں پاتے ؎

زمانۂ حال میں ہمارے سامنے ایک اور وہشت ناک حقیقت ظاہر ہوئی ہے جس نے ہمارے افکار پر خوف وہراس طاری کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جمہوریت (DEMOCRACY) کے عام یورپی متبع دین کا سرے سے انکار کرتے ہیں۔ اب ہمارے لئے ایک مخمصہ (DILEMMA) پیدا ہو گیا ہے۔ کہ اگر انقلاب سے پیچھے رہیں تو ذلت اور خواری میں مبتلا ہوں ۔ اور ان جمہوریت پسندوں کے نقشِ قدم پر چلیں تو اپنے ہاتھوں دین کی جڑیں کھودیں ؎

عہدِ گزشتہ کی تاریخ کا نہایت گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں پورا پورا الیقین ہو چکا ہے کہ اس حیران کن حالت سے جو یاوسی (DESPAIR) اور قعود و جمود (INACTIVITY) تک پہنچ چکی ہے۔ نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ہم تسلیم کریں کہ ہمیں اپنے دینی اماموں میں سے کسی ایسے امام کو اپنا مقتدا بنانے کی اشد ضرورت ہے جس کی پیروی کر کے ہم اس انقلاب سے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ صحیح سالم نکل جائیں ؎

جن اصحاب کو انقلابی تحریکات (REVOLUTIONARY MOVEMENT) کا تجربہ ہے

عارفاً کاملاً فی المعرفة الالٰهیة، محققاً اماماً فی العلوم الشرعیة، ماهراً فی الحکمة العملیة +

ویکون مع ذلک ممن نشأ فی بلادنا فی عصر الاضطراب السیاسی وتربی فی هیئة اجتماعیة انتظمت فی عهد من کان خاتم السلاطین ومؤسس اجتماع یتکفل بتجدید الدین، اعنی السلطان محی الدین محمد عالمگیر، لیتکامل رسوخه فی معرفة اسباب مرض اجتماعیتنا العامّة والخاصة بالتجربة والمشاهدة +

فنحمد ربنا الرحمٰن حمداً کثیراً اذ هدٰنا الی امام ترنّم بالمثل المشهور فی الوریٰ "ومن الردیف وقد رکبت غضنفراً" وهو امام ائمتنا الذین اخذنا عنهم علوم الدین ومعارفه عامّة والتاریخ الاجتماعی الهندی خاصّة، وهم تحزبوا علی نظریّات ذٰلک الامام، امام الانقلاب فی الالف الثانی وعملیّاته وما انخرمت سلسلة اجتهادهم وجهادهم کابراً عن کابر رضی الله عنهم +

فلخصنا بعد فوائد من تصانیف امامنا، الامام ولی الله واتباعه المحققین تشرح اصول حکمته وتبشر بامامته ورتّبنا تلک الفوائد فی رسائل متعددة قدّمنا منها رسالة سمّیناها "محمودیة" تیمّناً بالانتساب الی شیخنا شیخ الهند مولانا محمود حسن الدیوبندی والله سبحانه وتعالی هو الموفق والمعین +

عبید الله سندهی گوٹھ پیر جھنڈا حیدرآباد سندھ

ان کے نزدیک یہ امر ابتدائی مسلّمات میں سے ہے کہ اس منصبِ جلیل کے لئے وہی شخص موزون ہو سکتا ہے جو معرفتِ الٰہی میں عارفِ کامل، شرعی علوم میں محقق امام، اور حکمتِ عملی کے میدان کا شاہسوار ہو۔ اور ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ وہ ہمارے ملک کے سیاسی اضطراب کے دَور میں نشو و نما پایا ہُوا ہے اور دولتِ ہندیہ کے آخری سیاستدان پادشاہ اور دین کی تجدید کرنے والے اجتماع کے بانی یعنی سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیرؒ کے عہد میں جو ہیئتِ اجتماعیہ وجود میں آئی، اُس سے تربیت یافتہ ہو، تاکہ اُسے اپنے ذاتی تجربے اور مشاہدے کی بنا پر ہماری عام اور خاص اجتماعیت کے امراض کا پورا پورا علم حاصل ہو چکا ہو۔

ہم اللہ تعالیٰ کی بے حد حمد و ستائش کرتے ہیں، کہ اس نے ہماری رہنمائی اُس امام عالی مقام کی طرف کی جو خود کہتا ہے ع وَمِنَ الرَّدِیفِ وَقَدْ رَکِبْتُ غَضَنْفَرًا۔[۱]

ہم نے جن اماموں سے دینی علوم اور خداشناسی کے طریقے اور خصوصاً ہندوستان کی اجتماعی تاریخ سیکھی ہے وہ ان اماموں کے امام حکیم الہند امام ولی اللہ دہلویؒ ہیں۔ ہمارے ان اماموں نے دوسرے ہجری ہزار کے اس امامِ انقلاب کے نظریات و عملیات پر ایک جماعت (PARTY) تیار کی اور اُن کے اجتہاد اور جہاد کا سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ جاری رہا +

ہم نے امام انقلاب حکیم الہند امام ولی اللہ دہلویؒ کی تصانیف میں سے اور ان کے محقق پیرؤں کی کتابوں میں سے کچھ فوائد جمع کئے ہیں جو امامِ موصوف کی حکمت کے اصول کی تشریح کرتے ہیں اور جو امام ممدوح کی امامت کی بشارت دیتے ہیں۔ ان رسائل میں سے یہ پہلا رسالہ ہے جس کا نام ہم نے اپنے استاذِ جلیل شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے نام سامی و اسمِ گرامی پر **محمودیہ** رکھا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ، ھو الموفق والمعین +

(امام انقلاب حضرت مولانا) **عبید اللہ سندھی** (رحمۃ اللہ علیہ)

گوٹھ پیر جھنڈا۔ حیدرآباد۔ سندھ۔

۱؎ تم شیر کی پشت پر سوار ہو۔ کس کا دل گردہ ہے کہ تمہارے پیچھے اس شیر کی پشت پر بیٹھے؟ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۷۶)

(مقدمۂ اولیٰ فی تبشیرِ امامتہ)

(فائدہ ۱) قال الامام ولی اللہ فی الخیر الکثیر[۱] اما قرب الوجود فانقھار الرجل تحت العین وبقاءہ کما کان فی الازل فی غایۃ من القرب الذاتی .. وبعد مضی الفٍ ومائۃ من الھجرۃ مال رجلٌ منھم الی ھذا النوع من الکمال، فکان امام المتقین وعصام الحکماء، وترجی من اللہ سبحانہ ان یجعلہ خاتم الحکماء المعصومین ولعل دعوتہ قد اُجیبت ان الفضل بید اللہ سبحانہ۔

کان شدید الجذب[۲] قوی الانسلاخ[۳] سریع السیر صحیح المنظر فلما اَفطن بالعین[۴] ووضح لہٗ طریق الانقھار فیھا قیل لہ من باطنہ "خذ ھذا فانھا اقصی ما یمکن فی ھذا الزمانِ من الکمال واصح واوفق لما ھو المطابق للواقع" فکانت لہ اُویقات تبقی عینہ کما کانت فی الازل فرزق بذالک السیادۃ الباطنیۃ والعصمۃ والحکمۃ والحمد للہ ربِ العٰلمین۔" انتھی

(فائدہ ۲) قال الامام ولی اللہ فی التفہیمات الالٰھیۃ[۵]:- فھمنی

---

[۱] فی ص۱۰۶ من الخزانۃ الرابعۃ [۲] فی ص۲۵ من الجلد الثانی للتفہیمات [۳] فی ص۵۹ من الخزانۃ الرابعۃ [۳] فی ص۵۹ من الرابعۃ وفی ص من الجلد للتفہیمات [۵] جلد دوم ص۱۲۰

فائدہ اوّل: حضرت حکیم الہند امام ولی اللہ دہلوی رحمہ اپنی تصنیف لطیف "الخیر الکثیر" میں فرماتے ہیں کہ:۔

امام ولی اللہ قرب الوجود کے مقام میں | قرب الوجود کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا وجود اس کے نفس روحانی کے بالکل تابع ہوجائے اور خدا تعالیٰ کی ذات کے نہایت قریب ہو کر اسی طرح باقی رہے جس طرح وہ (انسان) ازل میں تھا۔۔۔۔ ہجرت سے گیارہ سو سال کے بعد ایک شخص اس درجۂ کمال کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ امام المتقین[۱] اور عصام الحکماء[۲] بن گیا اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اُسے معصوم حکماء میں سے بنادے اور امید ہے کہ اس کی دعا قبول ہوگئی ہے کیونکہ فضل و کرم اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے

اس کے انتخاب کا سبب یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف بہت زور سے کھنچتا ہے۔ اس کی ملکیت پر بہیمیت کا کوئی اثر نہیں۔ وہ راہِ حقیقت نہایت سرعت سے طے کرتا ہے اور اُس کی نگاہِ دُوربین نہایت صحت کے ساتھ دیکھتی ہے۔ جب اس نے اپنے عین کو سمجھا تو اسے اُس عین میں فنا ہونے کا ایک طریق واضح ہوگیا۔ اور اسے اس کے اندر سے آواز آئی۔ "یہ بات اچھی طرح سمجھ لے کیونکہ اس زمانے پر جتنا بڑے سے بڑا کمال حاصل ہوسکتا ہے وہ یہی ہے۔ اور یہی امر سب سے زیادہ صحیح اور مطابق واقع ہے" اب اُسے چند لمحے ایسے ملنے لگے جب اس کا عین ویسا ہی رہتا تھا۔ جیسا ازل میں تھا اس کی وجہ سے اُسے باطنی سرداری اور عصمت اور حکمت عطا کی گئی۔ الحمد رب العالمین کا مستحق تعریف ہے

فائدہ دوم:۔ امام ولی اللہ دہلویؒ "تفہیمات الالٰہیۃ" میں فرماتے ہیں۔ کہ:۔

امام صاحب کی جامعیت | "مجھے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام سمجھایا ہے۔

---

[۱] خدا کے سامنے جواب دہی کے خوف سے صحیح انسانیت کے اصول پر کام کرنے والوں کے راہنما
[۲] حکمت کے ماہروں کے پشت پناہ ۱۲

ربّی جلّ جلالہ انک انعکس فیک نورُ الاسمین الجامعَین،
نورُ الاسم المصطفوی والاسم العیسوی، علیہما الصلوات
والتسلیمات۔

فعسٰی ان تکونَ سادۃَ الافقِ الکمال، غاشیًا لاقلیم القرب
فلن یوجدَ بعدک مقرب الّا ولک دخلٌ فی تربیتہٖ ظاھرًا
وباطنا، حتّٰی ینزل عیسٰی علیہ السّلامُ۔

وعسٰی ان ینزلَ علیک الحقُّ فاکًّا لنظامِ العالَم کما تنزلُ
الصّاعِقۃُ فتفکّ وتقمع کلّما تماسہ ویظہر الآیات من
بین یدیک ومن خلفِکَ وعن یمینک وعن یسارک ویطلع
شمس الحقِّ ساطعۃً وتمحی کل ظلام عن شرورِ عالَمِ التخلیط
وعسٰی ان یتمّ لک ذٰلک ان تکونَ الارضُ نورانیّۃً ویذھبَ
عنہا الجورُ والجفاءُ حتّٰی ترتفع الحاجۃُ الی المھدی و
یتاخر وجودہ الی مدۃ طویلۃ وتلک النعمۃ الکبریٰ لا
تُرامُ فوقہا۔

فازعجنی ھٰذا التفہیم ازعاجًا قویًّا فخرجتُ الی الحجاز
فلما بلغتُ الساحلَ عاقتْ امورٌ یطولُ عدّھا فقلقت قلقا
شدیدًا، ففہّمنی ربّی جلّ جلالُہٗ ان ھٰذا منصب جلیل

کہ تجھ پر دو جامع اسموں کا نور منعکس ہُوا ہے :- اسم مصطفوی اور اسم عیسوی علیہما الصلوات والتسلیمات۔

تو عنقریب کمال کے افق کا سردار بن جائے گا۔ اور قربِ الٰہی کی اقلیم پر حاوی ہو جائے گا۔ تیرے بعد کوئی مقرب الٰہی ایسا نہیں ہو سکتا جس کی ظاہری اور باطنی تربیت میں تیرا ہاتھ نہ ہو۔ یہاں تک کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نازل ہوں۔

عالمگیر انقلاب عظیم کی پیشگوئی عنقریب تجھ پر حق نازل ہو گا جو نظامِ عالم کو توڑنے والا ہو گا۔ جیسے بجلی گرتی ہے۔ تو اس چیز کو جس سے وہ چھوتی ہے توڑ پھوڑ دیتی ہے۔ اور تیرے چاروں طرف تجھ سے اللہ کی نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ اور حق کا آفتاب طلوع کرے گا۔ جس سے اس دنیا سے غیر کے تمام اندھیرے دور ہو جائیں گے۔ عنقریب یہ سب باتیں پوری ہو کر رہیں گی اور زمین نورانی ہو جائے گی۔ اور اس پر سے ظلم اور جفا دور ہو جائیں گے یہاں تک کہ مہدیؑ کے آنے کی حاجت بھی رفع ہو جائے گی۔ اور ایک طویل زمانے تک اس کا وجود پیچھے جا پڑے گا۔ یہ وہ عظیم الشان نعمت ہے جس سے بڑھ کر انسانی وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی۔"

اس الہام نے مجھے شدید قلق میں مبتلا کر دیا۔ چنانچہ میں حجاز کی طرف روانہ ہُوا۔ جب میں ساحل پر پہنچا۔ تو مجھے بے شمار رکاوٹیں پیش آئیں۔ جس سے مجھے اور بھی قلق ہُوا۔ اس پر مجھے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام سمجھایا۔ کہ تو اس نہایت بلند مرتبے پر اُن باتوں کے پورا کرنے کے بعد ہی پہنچ سکتا ہے جن کا ہم تجھے حکم دیتے ہیں۔

فی غایۃ الجلالۃ لا تستطیع ان تبلغہ الّا بعد ان تتمّ کلمات نأمرک بھا والقول الجملی فی ذالک ان تسیر بسیرۃ الانبیاء علیہم السلام ظاھرًا وباطنا، وتھدی امۃً من الناس ولا یکون، بینک وبین احد ربطُ المحبّۃ الّا ربطا منصبغا بصبغ اللہ سبحانہ فان اتممت ذلک فعسی ان یرزقک ماترجوہ ولکل امرٍ اجلٌ مسمًّی لا یجاوزہ۔ اھ

فائدہ۳:- قال الامام ولی اللہ فی فیوض الحرمین "رأیتنی (وانا بمکۃ) فی المنام قائم الزمان اعنی بذلک ان اللہ اذا اراد شیئا من نظام الخیر جعلنی کالجارحۃ لاتمام ارادتہٖ ورأیت انّ ملک الکفار قد استولی علٰی بلاد المسلمین ونھب اموالھم وسبا ذرّیتھم واظھر فی بلدۃ اجمیر شعائر الکفر وابطل شعائر الاسلام والعیاذ باللہ فغضب اللہُ علٰی اھل الارض غضبا شدیدا ورأیت صورۃ ھذا الغضب متمثلۃً فی الملاء الاعلٰی ثم ترشح الغضب الیّ فرأیتنی غضبانا من جھۃ نفث من تلک الحضرۃ فی نفسی لا من جھۃٍ مّا یرجع الی ھذا العالم۔

وانا ساعتئذٍ فی جم غفیر من النّاس منھم الروم ومنھم الازابکۃ ومنھم العرب، بعضھم رکبان الابل وبعضھم فرسانٌ

ان کا خلاصہ یہ ہے کہ تو ظاہری اور باطنی طور پر انبیاء (علیہم السلام) کی سیرت پر چلے اور لوگوں میں سے ایک جماعت کو ہدایت دے اور تیرے ساتھ جس کسی کا بھی رشتہ محبت ہو۔ وہ اللہ کے رنگ سے رنگین ہو۔ اگر تو نے یہ بات پوری کر لی۔ تو عنقریب وہ چیز حاصل ہو جائے گی جس کی تو تمنا کرتا ہے (بایں ہمہ یہ یاد رکھ کہ) ہر ایک امر کے لئے ایک وقت مقرر ہے وہ اس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔"

فائدہ سوم:۔ حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ "فیوض الحرمین" میں فرماتے ہیں کہ:۔

امام صاحب قائم الزمان ہیں | میں مکہ مکرمہ میں تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قائم الزمان ہوں۔ قائم الزمان سے میری مراد یہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی اچھے نظام کے قیام کا ارادہ فرمایا تو مجھے اس کے قیام کا ذریعہ بنایا۔ میں نے دیکھا کہ کافروں کا راجہ مسلمانوں کے شہروں پر غالب آگیا۔ اور اس نے مسلمانوں کا مال اسباب لوٹ لیا۔ اور ان کے بچوں کو گرفتار کر لیا۔ تا آنکہ شہر اجمیر میں بھی کفر کے خصوصی احکام جاری کر دئے اور اسلام کے خصوصی احکام ممنوع قرار دے دئے۔ اللہ تعالیٰ اہل زمین پر بہت شدید غضبناک ہوا۔ میں نے اس غضب کی صورت ملاء اعلیٰ میں متمثل دیکھی پھر اس غضب کا عکس میرے اندر بھی آیا۔ اور میں بھی اس بارگاہ سے اس غضب کا عکس حاصل کرنے کے لحاظ سے غضبناک ہو گیا۔ میں اس عالم کے نظام سے متأثر ہو کر غضبناک نہیں ہوا۔ بلکہ اُس عالم ملکوت سے جو اثر مجھ پر آیا۔ اس نے مجھے غضبناک بنا دیا۔

آنے والے انقلاب کا ڈراوا | میں نے دیکھا کہ میں لوگوں کے جم غفیر میں کھڑا ہوں۔ اس جمِ غفیر میں رومی بھی ہیں اور ازبک بھی اور عرب بھی۔ بعض اونٹوں پر سوار ہیں اور بعض گھوڑوں پر اور بعض پیادہ ہیں۔ یہ ایسا منظر تھا جیسے یوم عرفہ پر حاجیوں کا ہوتا ہے

وبعضهم مشاة على اقدامهم واقرب ما رأيت شبيها بهؤلاء الحجاج يوم عرفة ورأيتهم غضبانا بغضبي وسألوني:- ماذا حكم الله في هذه الساعة؟ قلت: "فاتل كل ظالم. قالوا: الى متى؟ قلت الى ان تروني قد سكت غضبي". فجعلوا يتقاتلون بينهم ويضربون وجوه ابلهم فقتل منهم كثير وانكسرت رؤس ابلهم وشفاهها ثم اني تقدمت الى بلدة وبلدة اخربها واقتل اهلها وتبعوني في ذالك

وكذلك خربنا بلدة بعد بلدة حتى وصلنا الاجمير وقتلنا هنالك الكفار واستخلصناها منهم وسبينا ملك الكفار

ثم رأيت ملك الكفار يماشي مع ملك الاسلام في نفر من المسلمين فامر ملك الاسلام في اثنا ذلك بذبحه فبطش به القوم وصرعوه وذبحوه بسكين، فلما رأيت الدم يخرج من اوداجه متن فقلت: "الآن نزلت الرحمة"

ورأيت الرحمة والسكينة شملت من باشر القتال من المسلمين وصاروا مرحومين

فقام الى رجل وسألني عن المسلمين اقتتلوا فيما بينهم فتوقفت عن الجواب ولم اصرح

رأيت ذلك في ليلة الجمعة الحادية والعشرين من ذي القعدة سنة ١١٤٤ ھ

میں نے دیکھا کہ یہ لوگ بھی میرے غضب سے متأثر ہو کر غضبناک ہو رہے ہیں چنانچہ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے؟ میں نے جواباً کہا کہ فکّ کل نظام (تمام بوسیدہ نظاموں کو توڑ دو) لوگوں نے پوچھا کہ یہ توڑ پھوڑ کا سلسلہ کب تک جاری رکھیں؟ میں نے کہا اُس وقت تک کہ میرا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے۔ اس کے بعد لوگ آپس میں جنگ شروع کر دیتے ہیں اور اپنے اونٹوں کے مونہوں پر مارتے ہیں چنانچہ ان میں سے بہت سے قتل ہو گئے اور ان کے اونٹوں کے سر اور منہ ٹوٹ گئے۔ پھر میں جس شہر میں جاتا اسے برباد کرتا اور وہاں کے لوگوں کو قتل کرتا اور یہ جم غفیر میری پیروی کرتا

اس طرح شہروں کو برباد کرتے ہم اجمیر پہنچ گئے۔ جہاں ہم نے کافروں کو قتل کیا اور اس شہر کو کافروں سے چھڑا کر ان کے راجہ کو گرفتار کر لیا۔

پھر میں نے دیکھا کہ راجہ شاہِ اسلام کے ساتھ مسلمانوں کے ایک گروہ میں پھر رہا ہے اس کے بعد شاہِ اسلام نے حکم دیا کہ راجہ کو ذبح کر دیا جائے۔ چنانچہ لوگوں نے اسے پکڑ کر گرا لیا اور چھُری سے ذبح کر ڈالا۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ خون اس کی رگہائے گردن سے اچھل اچھل کر نکل رہا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا اب رحمتِ حق کا نزول ہُوا میں نے دیکھا کہ جن مسلمانوں نے اس قتال میں حصہ لیا ان پر رحمت اور سکونِ قلب نازل ہُوا ہے اور وہ سب خدا تعالیٰ کی رحمت کے نیچے آگئے ہیں۔

اس کے بعد میرے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ ان مسلمانوں کا کیا حال جنہوں نے آپس میں جنگ کی؟ میں خاموش رہا۔ اور اس کا کوئی جواب نہ دیا میں نے یہ خواب جمعۃ المبارک ۲۱ ذیقعدہ ۱۱۴۴ھ کی رات کو دیکھا"[1]

---

[1] مطابق ۵ مئی ۱۷۳۲ھ بہندی ۱۷۳۱ء (مرتب)

فائدہ ۴ :- قال الشیخ محمد عاشق فی مقدمۃ الخیر الکثیر :-

بر سالکانِ طریقت و طالبانِ حقیقت پوشیدہ نماند کہ چوں حق سبحانہ و تعالیٰ فردے کامل را برائے مظہریتِ علوم و اسرارِ کامنۂ خویش اصطفا میفرمائد و آں را بمنزلۂ جارحۂ خود ساختہ بر زبان وے تکلم مے نمائد پس ظہورِ آں علوم و اسرار کہ در نفسِ مقدسۂ وے ودیعت نہادہ اند و ظہورِ آں ارادہ فرمودہ علیٰ حسب الواردات و التقریبات بروز نمائد۔

و دریں زمان بایں مقامِ اسنیٰ اعظم المحدثین، ولی العصر لسان اللہ قطب الدین احمد ابو الفیاض ولی اللہ است۔ و مصدق ایں معنیٰ آنست کہ جنابِ خاتمیۃ علیٰ صاحبہا الصلوٰتُ و التسلیماتُ در بعضے مبشرات ذاتِ ایشاں را با ذاتِ خویش نسبتِ وجودِ ذہنی با وجودِ خارجی فرمودند

و دراں مشہد بخطاب ذکی و حکیم ہذہ الامت کرامت بخشیدند۔

یعنی آنچہ از کمالاتِ الٰہیہ در عینِ ثابتۂ آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بفعلیۃ خارجیہ ظہور نمودہ و آں را در تحقق آثارِ خارجہ مثل خود ساختہ ہماں معانی تماما در عینِ ثانی ایشاں در صورتِ علوم و معارف جلوہ گر گشتہ پس ہمہ علوم و اسرارِ ایشاں در حقیقت علوم و اسرارِ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ و السلام اند۔ انتہیٰ

فائدہ ۵ :- قال الامام ولی اللہ فی الجزء اللطیف :-

نعمتِ عظمیٰ بریں ضعیف آنست کہ او را خلعتِ فاتحیۃ دادہ اند و ختمِ دورہ

فائدہ چہارم :- شیخ محمد عاشق رح حضرت امام الہند کی کی تصنیف "الخیر الکثیر" کے دیباچے میں فرماتے ہیں کہ :-

" راہِ طریقت طے کرنے والوں اور حقیقت کے طلبگاروں پر یہ امر چھپا ہوا نہیں ہے. کہ خداوند تعالیٰ کسی کامل انسان کو اپنے علموں اور چھپے ہوئے رازوں کے ظاہر کرنے کا ذریعہ بنانے کے لئے چُن لیتا ہے. اور اُسے بطور آلۂ کار استعمال کرتا ہے اور اس کی زبان سے کلام فرماتا ہے اور جو بھید اس کے نفسِ مقدس میں ہوتے ہیں- وہ اس شخص کو عطا فرماتا ہے اور ان کے ظہور کا ارادہ کرتا ہے تو وہ واقعات کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں-

امام صاحب لسان اللہ، ذکی اور حکیم الامت ہیں

اس زمانے میں اس بلند مقام پر قطب الدین احمد ابو الفیاض ولی اللہ فائز ہیں جو محدثین میں سے سب سے بڑے محدث اور اس زمانے کے ولی ہیں اور جن کی زبان سے خدا کلام فرماتا ہے. اس امر کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بشارتوں میں حضرتِ حکیم الہند امام ولی اللہ کی نسبت اپنے ساتھ یوں ظاہر فرمائی ہے کہ وہ میرے وجود خارجی کے لئے بمنزلہ ذہن ہیں. اور اس وقت حضرت امام صاحب کو ذکی اور حکیم الامت کا خطاب عطا فرمایا. اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں جو کمالاتِ الٰہی موجود تھے اور ان کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوئے وہ تمام معانی بعینہٖ حضرت حکیم الامت کے صاف ذہن میں علوم و معارف کی شکل میں جلوہ گر ہوتے ہیں. اس لئے حضرت امام کے جملہ علوم و اسرارِ حقیقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے علوم و اسرار ہیں۔"

فائدہ پنجم :- حضرت حکیم الہند امام ولی اللہ دہلوی رح **الجزء اللطیف** میں فرماتے ہیں کہ :-

فاتحیت کا خلعت | اس بندۂ ضعیف پر خدا تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت یہ ہے کہ مجھے فاتحیت کا خلعت

بازپسین بر دستِ وے کردہ اند و ارشاد فرمودند کہ مرضی در فقہ چیست ؟ آنرا جمع کردہ فقہ حدیث از سر نو بنیاد کرد۔

و اسرار حدیث و مصالح احکام و ترغیبات و سائر آنچہ حضرتِ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم از خدائے تعالیٰ آوردہ اند و آں فنے است کہ پیش ازیں فقیر مضبوط تر از سخنِ ایں فقیر کسے آنرا نکردہ است با وجودِ جلالتِ ایں فن و علم کمالات اربعہ یعنی ابداع و خلق و تدبیر و تدلی با ایں عرض و طول و علمِ استعدادِ نفوسِ انسانیت بجمیعہا و کمال و مآل ہر کسے افاضہ فرمودند۔ و ایں ہر دو علم جلیل اند کہ پیش از فقیر کسے بر گردِ آں نگشتہ و حکمتِ عملی کہ صلاحِ ایں دورہ در آنست بوسعتے تمام افادہ نمودند و توفیق تشییدآن بکتاب و سنت و آثارِ صحابہ دادہ اند۔ انتہیٰ

فائدہ[۲]:۔ قال الامام ولی اللہ فی التفہیمات[۱]:۔

ایں فقیر را آگاہانیدند کہ در طبقۂ فقیر و طبقۂ کہ بعد از وے باشد علومِ ظاہرہ ظہور نمایند و در طبقۂ ثالثہ علوم باطنہ، مراد اینجا از طبقۂ ثانیہ اولاد است و از طبقۂ ثالثہ احفاد یا اولادِ صغار کہ بمنزلۂ احفاد باشد،

و مراد اینجا شیوعِ علوم ایشانست و ظہورِ امرِ ایشاں و مراد از علومِ ظاہرہ کتاب و سنت است۔ و از علوم باطنہ علومے کہ بلطائفِ خفیہ تعلق دارند از حجر بحت و انانیت کبریٰ انتہیٰ

[۱] ص ۱۲ المجلد الاول

پہنایا گیا ہے اور پچھلے دور کا افتتاح میرے ہاتھ سے کرایا گیا ہے۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ فقہ میں اچھی باتیں کیا ہیں؟ چنانچہ میں نے اُن کو جمع کر کے فقہ حدیث نئے سرے سے مرتب کر دی

امام صاحب کی مخصوصیات میں نے فن اسرار حدیث اور علم مصالح احکام و ترغیبات وغیرہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ سے لے کر آئے ہیں اور جن کی آپ نے تعلیم فرمائی ہے۔ مدوّن کیا یہ وہ فن ہے کہ مجھ فقیر سے پہلے اس کے بارے میں کسی شخص نے مجھ سے بہتر بات نہیں کہی حالانکہ یہ علم نہایت عظیم الشان ہے۔ نیز مجھے کمالات اربعہ یعنی ابداع۔ خلق، تدبیر اور تدلّی کا نہایت وسیع علم عطا کیا گیا ہے ایسے ہی نفوسِ انسانی کی استعدادت کا کامل علم عطا فرمایا گیا ہے[1]۔ جس سے ہر شخص کا کمال اور انجام معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں وہ بلند مرتبہ علم ہیں کہ مجھ فقیر سے پہلے کسی نے ان کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ اس کے علاوہ مجھے حکمتِ عملی اپنی تمام وسعت کے ساتھ دیگئی ہے۔ جس پر زمانۂ حال کی اصلاح کا مدار ہے اور مجھے اس حکمتِ عملی کے اصول کو خدا تعالیٰ کی کتاب (قرآن حکیم) اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے اصحاب کے آثار کے ذریعے سے پختہ کرنے کی توفیق دی گئی ہے

فائدہ ششم:۔ حضرت حکیم الہند امام ولی اللہ دہلوی تفہیمات میں فرماتے ہیں۔ کہ:۔

اپنی نسل کے متعلق پیشگوئی مجھے آگاہ کیا گیا ہے کہ میرے طبقے اور میرے بعد کے آنے والے طبقے سے علوم ظاہری ظاہر ہوں گے اور تیسرے طبقے سے علوم باطنی کا ظہور ہو گا یہاں دوسرے طبقے سے مراد اولاد ہے اور تیسرے طبقے سے مراد پوتے ہیں یا چھوٹے بیٹے ہیں جو بمنزلہ پوتوں کے ہیں اور اشاعت سے مراد ان کے علوم کی اشاعت اور ان کے امر کا ظہور ہے۔ اور علوم ظاہرہ سے مراد کتاب و سنت ہے اور علوم باطنی سے مراد وہ علوم ہیں جن کا تعلق لطائف خفیہ سے ہے مثلاً حجر بحت اور انانیت کبریٰ۔

---

[1] دیکھو رسالہ "سطعات" مصنفہ امام ولی اللہ شائع کردہ بیت الحکمت۔ نیا بازار۔ لاہور،

قلت: ساطين الطبقة الثانية الامام عبد العزيز الدهلوى والامام رفيع الدين الدهلوى والامام عبد القادر الدهلوى واساطين الطبقة الثالثة الامام محمد اسمٰعيل الشهيد والامام محمد اسحٰق الامير والامام محمد يعقوب الحوارى والتحق بهم مولانا عبد الحى المصلح السعيد والامير الشهيد السيد احمد الامام رضى الله عنهم وتمت بهم الدورة الاولى اما الدورة الثانية فاساطينه عندنا ائمة الطائفة الديوبندية الامام محمد قاسم الديوبندى وشيخه الامير امداد الله ورفيقه الامام رشيد احمد الديوبندى وبعد سقوط الدولة العثمانية كان فاتح الدورة الثالثة شيخنا شيخ الهند مولانا محمود حسن الديوبندى رضى الله عنهم نظرياته ارتكزت على افكار مولانا محمد قاسم والامام ولى الله وعملياته تنهج منهج شبان المسلمين الاتراك والافاغنة والهنديين و تختلف مناهجه عن منهاج المرتجعين، عربياً كان او هندياً۔ والله المستعان

فائدہ قال الامام عبد العزيز وهو لسان الطبقة الثانية فى تذكرة الموطا من بستان المحدثين۔

یادداشت: طبقہ دوم کے بڑے بڑے بزرگ امام عبدالعزیزؒ دہلوی امام رفیع الدین دہلویؒ اور امام عبدالقادر دہلویؒ ہیں۔
اور تیسرے طبقے کے بزرگ امام محمد اسمٰعیل شہید، امام و امیر محمد اسحٰق رح اور امام محمد یعقوب حواری رح ہیں جن کے ساتھ مولانا عبدالحی الصدر السعید اور الامیر الشہید السید احمد الامام شامل ہیں (رضی اللہ عنہم) ان بزرگوں کے وجود مسعود سے دورۂ اول مکمل ہوا۔

ہمارے نزدیک دوسرے دور کے بڑے بڑے بزرگ دیوبندی طائفہ کے امام حضرت امام محمد قاسم دیوبندی ان کے شیخ الامیر امداد اللہ رح اور ان کے رفیق امام رشید احمد دیوبندی رح ہیں۔
دولت عثمانیہ کے سقوط کے بعد تیسرا دور شروع ہوتا ہے جس کے افتتاح کرنے والے شیخنا شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ ہیں۔ ان کے نظریات کا مرکز مولانا محمد قاسم اور امام ولی اللہ کے افکار و عملیات ہیں۔ حضرت شیخ الہند ترک افغان اور سندی مسلم نوجوانوں کے مسلک پر ہیں۔ اور ان کا راستہ ارتجاعیوں کے راستے سے بالکل مختلف ہے خواہ وہ ارتجاعی عرب ہوں یا ہندوستانی واللہ المستعان

(مولانا عبیداللہ سندھیؒ)

فائدہ مہمہ:۔ حضرت امام عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جو طبقہ دوم کے امام ہیں۔ بستان المحدثین کے باب تذکرہ المؤطا میں لکھتے ہیں:۔

"حضرت شیخنا وقدوتنا فی کل العلوم والامور شیخ ولی اللہ دھلوی قدس سرہ دو شرح نوشتہ اند بر احادیث وآثار مؤطا بروایت یحیی بن یحیی لیثی واقوال امام مالک وبعضے بلاغیات ایشاں را حذف فرمودہ اول خیلے دقیق ومجتہدانہ است بزبان فارسی نام او مصفے فی احادیث المؤطا ودوم مختصر است ودراں اکتفا بر بیان مذاہب فقہاء حنفیہ وشافعیہ فرمودہ اند وقدرے ضروری از شرح غریب وضبط مشکل داخل نمودہ مسمی بمسوی من احادیث المؤطا وراقم الحروف ایں شرح از ایشاں بضبط واتقان شنیدہ است" انتہیٰ

قلت فقد صرح بانہ لا یقتدی فی جمیع الامور الا بابیہ الامام ولی اللہ ولا یخالفہ فی شئ من العلوم و المعارف

فائدۃ:۔ قال الصدر الشہید مولانا محمد اسمٰعیل وھو امام الطبقۃ الثالثۃ فی العبقات:۔

"افضل المحققین وفخر المدققین اعتصام الحکماء و امام العرفاء اعلمہم باللہ الشیخ ولی اللہ افاض اللہ علینا من برکاتہ[1]

قلت:۔ الصدر الشہید ما صنف کتابہ منصب امامت"

---

[1] ص ۲ سا

امام عبدالعزیز کا قول

ہمارے شیخ اور تمام علوم اور امور میں ہمارے رہنما شیخ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ نے احادیث و آثار موطا بروایت یحیٰی بن یحیٰی لیثی اور امام مالکؒ کے اقوال کی دو شرحیں لکھی ہیں اور ان کی بعض بلاغیات[1] کو حذف کر دیا ہے۔ پہلی کتاب کا نام مصفّٰی فی احادیث موطا ہے یہ فارسی میں ہے اور نہایت باریک باتوں پر مشتمل ہے۔ اس کا اندازِ تحقیق مجتہدانہ ہے۔ دوسری کتاب اس سے مختصر ہے۔ اس کا نام مسوّیٰ من احادیث الموطا ہے اس میں حضرت شیخ رحؒ نے حنفی اور شافعی فقہا کے مسلک بیان فرمانے پر اکتفا کیا ہے اور غریب[2] کی شرح اور مشکل[3] کے ضبط کا بھی خیال رکھا ہے راقم الحروف نے یہ شرح حضرت الیشاں سے پورے ضبط اور پختگی کے ساتھ اخذ کی ہے۔"

یادداشت:۔ بیان مذکورہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام عبدالعزیز رحؒ تمام امور میں اپنے والد ماجد کے پیرو ہیں اور علوم و معارف میں ان کی کسی بات کے خلاف نہیں جاتے (مولانا عبید اللہ سندھیؒ)

فائدہ مہمّہ:۔ الصدر الشہید مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ جو طبقہ سوم کے امام ہیں اپنی تصنیف "عبقات" میں حضرت حکیم الہند امام ولی اللہ دہلویؒ کا ذکر جن الفاظ میں کرتے ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے

مولانا اسمٰعیل شہید کے خیالات امام صاحب کے متعلق

تحقیق کرنے والوں میں سب سے افضل نکتہ بینی کرنے والوں کے لئے باعث فخر، حکما کے دستگیر، خدا شناس سیل کے رہبر اور سب سے بڑے خدا شناس شیخ ولی اللہ، خدا ہمیں ان کی برکتوں سے بہرہ اندوز کرے"

یادداشت:۔ ہمارے نزدیک صدر شہید رحؒ نے "منصب امامت"

---

[1] وہ روایات جو حضرت امام مالکؒ بلغنی (مجھے معلوم ہوا ہے کہ) کے ساتھ بغیر سند کے بیان فرماتے ہیں۔ محدثین کا اتفاق ہے کہ حضرت امام مالکؒ کے بلاغیات بھی صحیح ہیں (مرتب) [2] مشکل الفاظ [3] مشتبہ الفاظ مثلاً یعلمون کا لفظ یَعْلَمُوْن ہے یا یُعْلَمُوْنَ وغیرہ

عندی الآ الشرح مقامِ جدّہ الامجد وکذٰلک ساکتب القسم الاوّل من "الصراط المستقیم" الّا لیجعل کلامَ الامیر الشہید السید احمد راجعاً الی اصول الامام ولی اللہ واللہ اعلم

فائدہ [۴] اسام الدورۃ الثالثۃ شیخنا شیخ الھند مولانا محمود حسن الدیوبندی لما ذکر الامام ولی اللہ فی مقدمۃ ترجمتہ للقرآن العظیم وصفہ بانّہ **حجۃ اللہ علی العالمین**: فقال:۔

"حضرت حجۃ اللہ علی العالمین شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے جب اول قرآن شریف کا ترجمہ فرمایا تو حاشیہ پر کچھ ضروری فوائد بھی تحریر فرمائے" انتہی [۱]

فائدہ [۱۰] :۔حضرت میرزا مظہر جانجاناں قدس سرہ سے فرمودند:۔

"حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ طریقہ جدیدہ بیان نمودہ اند و در تحقیق اسرار معرفت و غوامض علوم طرز خاص دارند۔

با ایں ہمہ علوم و کمالات از علماء ربانی اند مثل ایشاں در محققان صوفیہ کہ جامع اند در علم ظاہر و باطن و علم نو بیان کردہ اند چند کس گزشتہ باشند" انتہی

فائدہ [۱۱] :۔قال الامام **عبد العزیز**:۔

حالا مثلِ آفتاب روشن گشت کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم را جمیع کمالات حاصل بود و تصرف در آں کمالات بتوسطِ بعض افراد امت واقع شدہ۔ در رنگ آنکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم را علوم اوّلین وآخرین حاصل بود چنانچہ در صحاح ستہ

---

[۱] مقدمہ ترجمہ قرآن مطبوعہ "مدینہ" پریس بجنور (یو۔پی)

اپنے جد امجد حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ کے مقام رفیع کی تشریح کرنے کے لئے لکھی ہے اور ایسے ہی "صراط المستقیم" کی قسم اول صرف اس لئے تحریر کی ہے کہ امیر شہید سید احمد رضی اللہ عنہ کے کلام کو حکیم الہند امام ولی اللہ دہلویؒ کے کلام کے مطابق ثابت کریں۔ واللہ اعلم

(مولانا عبید اللہ سندھی رح)

فائدہ نہم ۹:۔ دورہ سوم کے امام شیخنا شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رح اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچے میں حضرت حکیم الہند امام ولی اللہ دہلوی رح ذکر حجۃ اللہ علی العالمین کے الفاظ کے ساتھ فرماتے ہیں۔ ان کے خاص الفاظ یہ ہیں:۔

مولانا شیخ الہند محمود حسن کا قول "حضرت حجۃ اللہ علی العالمین شاہ ولی قدس سرہ نے جب اول قرآن شریف کا ترجمہ فرمایا تو حاشیہ پر کچھ ضروری فوائد بھی تحریر فرمائے۔"

فائدہ دہم ۱۰:۔ حضرت میرزا مظہر جانجاناں قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

حضرت میرزا مظہر جان جاناں کا ارشاد امام صاحب کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے (تصوف کا) نیا طریقہ بیان کیا ہے اور وہ خدا شناسی کے راز کھولنے اور علوم کی باریکیاں بیان کرنے میں خاص طرز کے مالک ہیں۔ علوم ظاہری میں مہارت تامہ رکھنے کے ساتھ ہی شاہ صاحبؒ علمائے ربانی میں سے ہیں محقق صوفیوں میں جو ظاہری اور باطنی علوم کے ماہر ہوں اور جنہوں نے علم کے راز بیان کرنے میں نئی ڈگر اختیار کی ہو ایسے چند ہی بزرگ گزرے ہیں۔

فائدہ یازدہم ۱۱ حضرت امام عبد العزیز رح فرماتے ہیں:۔

اب یہ امر سورج کی طرح روشن ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کمالات حاصل تھے لیکن ان کمالات کا ظہور و تصرف آپ کی امت کے بعض افراد کے ذریعے سے ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین و آخرین کے علوم حاصل تھے چنانچہ صحاح ستہ میں

وارد است کہ اوتیت علم الاولین والآخرین

لیکن تصرف در علم کلام توسط شیخ ابو الحسن اشعری و ابو منصور ماتریدی و استاذ ابو اسحٰق اسفرائنی و امام غزالی و امام رازی و امثال این مردم آنجناب را صلی اللہ علیہ وسلم حاصل شد وہمچنیں تصرف در علم فقہ وتفصیلِ احکام شرعیہ از کتاب الطہارت تا کتاب السلم والشفعۃ و فرائض و وصایا بتوسط امام اعظم و امام شافعی آنجناب را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل شد وہمچنیں تصرف در آداب طریقت و مقرر کردن اشغال و اوراد و ذکر جہر و خفی وطور مراقبہ آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم توسط سید عبد القادر جیلانی و حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند و حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتی وامثال این بزرگان حاصل شد انتہیٰ

قلت چوں اقوام عالم با واخر الف ہجری در حکمت وسیاست ترقی کردند کہ مثل آن در ازمنہ سابقہ واقع نشدہ ہمچنیں تصرف در آں حکمت وسیاست آنحضرت را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل شد بواسطہ امام ولی اللہ دہلوی، واللہ اعلم ۱۲

فائدہ قال الامام ولی اللہ فی التفہیمات[۱]:-

اللّٰھم یا رب کل شیٔ ومملکہ اسألک بعلومک التی انزلتہا علیٰ عبدک ورسولک وصفوۃ خلقک وعروس مملکتک سیدنا محمدٍ لازالت صلواتک وتسلیماتک نازلۃ علیہ الی یوم التناد بل الی ابد الآباد

---

[۱] جلد اول ص۲۲۵

آپ کا ارشاد مبارک موجود ہے کہ مجھے پہلوں اور پچھلوں سب کا علم دیا گیا ہے لیکن علم کلام میں آپ کا تصرف شیخ ابوالحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی اور استاذ ابو اسحٰق اسفرائنی اور امام غزالی اور امام رازی وغیرہ جیسے بزرگوں ہی سے ظہور میں آیا ؎

ایسے ہی علم فقہ اور احکام شرعی کی تفصیل کتاب الطہارت سے کتاب السلم شفعہ اور فرائض اور وصایا تک امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ کی وساطت سے آنجناب کو تصرف حاصل ہوا۔

ایسے ہی طریقت کے آداب، اور اشغال کے مقرر کرنے ورد وظائف اور اونچی آواز سے اور خاموشی کے ساتھ ذکر کرنے اور مراقبہ کے طریقے میں تصرف آپ کو سید عبدالقادر جیلانیؒ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ خواجہ بزرگ معین الدین چشتیؒ وغیرہ بزرگوں کے ذریعے سے حاصل ہوا۔

یادداشت:۔ دنیا کی مسلم اقوام نے پہلے ہجری ہزار کے آخر تک حکمت اور سیاست میں وہ ترقی کی جس کی مثل گزشتہ زمانوں میں پائی نہیں جاتی اس حکمت و سیاست میں بھی آپ کو بواسطہ امام ولی اللہ تصرف حاصل ہوا واللہ اعلم۔

(مولانا عبیداللہ سندھیؒ)

فائدہ دوازدہم ۱۲:۔ حضرت حکیم الہند امام ولی اللہ دہلویؒ تفہیمات الٰہیہ میں فرماتے ہیں کہ:۔

امام صاحب کی بلند مرتبہ دعا "اے اللہ جو ہر شے کی تربیت کا کفیل اور مالک ہے میں تجھ سے تیرے ان علموں کے طفیل سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنے پیارے بندے اور رسول اور اپنی ساری مخلوق میں سے سب سے چیدہ اور اپنی مملکت میں سے سب سے زیادہ دلنواز یعنی حضرت محمدؐ پر نازل کئے (تیری رحمتیں اور سلامتیاں اس پر قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ نازل ہوتی رہیں)

ؔ شیخ ابوالحسن اشعری تاریخ وفات ۳۲۴ھ ابو منصور ماتریدی تاریخ وفات ۳۳۳ھ استاذ ابو اسحٰق اسفرائنی تاریخ وفات امام غزالی تاریخ وفات ۵۰۵ھ

واسألک بعلومک التی انزلتها علی اخوانه من الانبیاء والمرسلین والهمتها اهل بیته الطیبین الطاهرین واصحابه الهادین المهتدین وسائر الفقهاء المجتهدین والثقات المحدثین والصوفیة المصافین علی اختلاف طبقاتهم وتباین مقاماتهم کما انت اعلم بهم

اللّٰهم! واسألک بعکوس تجلیک الاعظم المنطبعة فی صدور الانبیاء والمرسلین والذین هم لانوار الانبیاء خیر الوارثین وباشعة تلک العکوس المتشعشعة فی صدور اصحابهم واحبائهم الی یوم الدین۔

اللّٰهم انت قلت وقولک الحق اللّٰه نور السموت والارض مثل نوره کمشکوٰة فیها مصباح المصباح فی زجاجة الزجاجة کانها کوکب دری یوقد من شجرة مبارکة زیتونة لاشرقیة ولاغربیة، یکاد زیتها یضئ ولولم تمسسه نار نور علی نور یهدی اللّٰه لنوره من یشاء ویضرب اللّٰه الامثال للناس واللّٰه بکل شئ علیم

فضربت الزیت مثلا للداعیة النازلة من صرافة قدسک وضربت المصباح الذی هو ههنا بمعنی الفتیلة

علی ہٰذا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ان علوم کے طفیل جو تو نے اس کے ہم جنس نبیوں اور رسولوں کو دیئے اور جو تو نے اس کے پاک اور پاکیزہ اخلاق اہل بیت کو عطا فرمائے اور جو تو نے اس کے ہدایت یافتہ ہدایت بخش اصحاب کو الہام کئے اور تمام مجتہد فقہاء، اور قابلِ اعتماد محدثین اور صاف نفس و پاک باطن صوفیوں کو دیئے خواہ وہ کسی طبقے یا مقام کے ہوں جیسا کہ تو انہیں خوب جانتا ہے

اے میرے پروردگار میں تیری اس تجلی کے عکسوں کا واسطہ دیتا ہوں جو انبیا اور مرسلین کے سینوں پر منعکس ہوئیں اور ان انبیاء اور مرسلین کے انوار کے بہترین وارثوں کے سینوں میں چمکیں اور میں ان عکوس کی ان چمکیلی شعاعوں کا واسطہ دیتا ہوں جو ان انبیا اور مرسلین کے ساتھیوں اور دوستوں کے سینوں میں قیامت تک چمکتی رہیں گی۔

علی ہذا اے میرے پروردگار! تو فرماتا ہے اور لاریب سچ فرماتا ہے۔ کہ اللہ تعالٰی نور دینے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اس کے نور کی حالت عجیبہ ایسی ہے جیسے ایک طاق اس میں ایک چراغ ہے وہ چراغ ایک قندیل میں ہے وہ قندیل ایسا ہے جیسا ایک چمکدار ستارہ ہو۔ وہ چراغ ایک نہایت مفید درخت سے روشن کیا جاتا ہے۔ کہ وہ زیتون ہے۔ جو نہ پورب رخ ہے اور نہ پچھم رُخ ہے۔ اس کا تیل اگر اس کو آگ بھی نہ چھوئے تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اُٹھے گا۔ نور علی نور ہے۔ اللہ تعالٰی اپنے نور تک جس کو چاہتا ہے راہ دے دیتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ تعالٰی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

تو نے اس داعیے کی مثال جو تیرے خالص قدس سے نازل ہوتا ہے زیتون کے تیل سے دی ہے اور شفاف جوہر کی مثال اس مصباح یا بتی سے دی ہے جو تیرے

مثلاً للجوهر الشفافة وضربت الزجاجة مثلاً للروح والسرّ وضربت المشكوة مثلاً للقلب والعقل

اللّٰهم! اسألك بكل ما ذكرته ملصقاً بذلك النور بل فلنيا فيه قائماً به حتّٰى يبهرني ضوء من اضوائك في ضمن حكاياته لأضوائك المقدسة المجردة بجوهرته الشفافة

ويحيط بي شانك التي تطورت به في هذا الزمان اللّٰهمّ و اسألك ان تخلطني بتلك الجوهرة الشفافة حتّٰى اصير دائماً بدوام شاناً من شئونك وضوءً من اضوائك في ضمن كونه ذلك منك

اللّٰهمّ! اسألك والحّ عليك ان تنجز لي جميع ما وعدتني على لسانه من مقامات السرّ والروح والفناء وتتم على يدي نوراً من انوارك التي ابرزتها على لسانه وتجعلني حافظاً بعلومك ومعارفك النازلة عليه البارزة به الموافقة لشانك التي تطورت به في هذا الزمان اللّٰهمّ! منّي السوال وعليك الاجابة منّي الابتهال وعليك الانجاح، انك رحيم كريم رؤف قريب مجيب سميع بصير، لا اله الّا انت ولا رب الّا انت انت مولائي وانت على كل شئ قدير۔ (انتهى مختصر)

قدسِ خالص میں موجود ہے اور روح اور اس کے اندر کے سر کی مثال شیشے سے دی ہے اور قلب اور عقل کی مثال مشکاۃ (دئیے کے طاقچے) سے دی ہے

علیٰ ہٰذا اے پروردگار! تو نے اس نور کیساتھ ملی ہوئی جس چیز کا ذکر کیا ہے بلکہ ہر وہ چیز جو اس نور میں فنا ہو کر اُسی کے ذریعے قائم ہے میں تجھے اس کا واسطہ دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ تیری روشنیوں میں سے کوئی روشنی مجھے ڈھانپ لے جو تیری انوارِ مقدسہ مجردہ کی جوہرۃ الشفافہ کے ساتھ حکایت کرتی ہو۔

اور تیری شان جو اس زمانہ میں مختلف رنگوں میں ظاہر ہو رہی ہے مجھے چاروں طرف سے گھیر لے اے اللہ! میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھے اس جوہر شفاف کے ساتھ مخلوط کر دے یہاں تک میں اس جوہر شفاف کے دوام کے ساتھ دائم بن جاؤں اور تیری شانوں میں سے ایک شان ہو جاؤں اور تیری روشنیوں میں سے ایک روشنی بن جاؤں جو تیری ہی روشنی ہو۔

اے اللہ! میں تجھ سے نہایت عاجزی سے درخواست کرتا ہوں کہ تو وہ مجھے سب کچھ عطا کر دے جس کا تو نے اپنے پیارے نبیؐ کی زبان سے سر، روح اور فنا کے مقامات کے بارے میں وعدہ فرمایا ہے اور تو نے اس کی زبان سے جو نور ظاہر کیا ہے وہ میرے ہاتھوں پورا کرائے اور جو علوم اور معارف تو نے اس پر نازل فرمائے اور اس کے ذریعے ظاہر فرمائے ہیں اور جو تیری اس شان کے موافق ہیں جس سے اس زمانہ نے یہ نیا طور اختیار کیا ہے ان کا مجھے حفاظت کرنیوالا بنا! اے میرے پروردگار! مانگنا میرا فرض ہے اور یہ التجا قبول فرمانا تیرا کام ہے میں تو عاجزی ہی کر سکتا ہوں میری ضرورت تو ہی پوری کر سکتا ہے تو رحم کرنے والا، بخشش کرنے والا، نرمی کرنے والا، میرے قریب رہنے والا۔ میری دعاؤں کو قبول فرمانے والا، میری درخواستیں سننے والا۔ میری ضرورتوں کو دیکھنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں تیرے سوا کوئی پروردگار نہیں۔ تو ہی میرا مالک ہے اور تو ہی ہر بات پر قدرت رکھتا ہے (بطور خلاصہ)

فائدہ ۳۱ :- قال الامام ولی اللہ فی باب حقیقۃ النبوۃ من حجۃ اللہ البالغۃ[1] :-

اعلم ان اعلیٰ طبقات الناس المفہّمون وہم ناسٌ اہلُ اصطلاح ملکیّتہم فی غایۃ العلو یمکن لہم ان ینبعثوا الی اقامۃ نظامٍ مطلوبٍ بداعیۃٍ حقانیۃٍ ویترشّحُ علیہم من الملاء الاعلیٰ علومٌ واحوالٌ الٰہیۃٌ

ومن سیرۃ المفہّم ان یکون معتدل المزاج سوی الخَلق والخُلق لیس فیہ خبابۃٌ مفرطۃٌ بحسب الآراء الجزئیۃ ولا ذکاءٌ مفرطٌ لایجذبہ من الکلّی الی الجزئی ومن الروح الی الشبح سبیلا ولا غباوۃٌ مفرطۃٌ لایتخلص بہا من الجزئی الی الکلّی ومن الشبح الی الروح،

ویکون الزم الناس بالسنۃ الراشدۃ ذا سمتٍ حسنٍ فی عباداتہ ذا عدالۃٍ فی معاملتہ مع الناس محبا للتدبیر الکلّی راغبا فی النفع العام، لایؤذی احدًا الا لعرض بان یتوقفُ النفع العام علیہ او یلازمہ لایزال مائلًا الی عالم الغیب یحس اثر میلہ فی کلامہ ووجہہ وشانہ کلہ یری انہ مؤیّد من الغیب ینفتح لہ باد نٰی ریاضۃٍ مالاینفتح لغیرہ من القرب والسکینۃ

[1] جلد اول ص۸۲

فائدہ سیزدہم ۱۳ :ـ حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ کے باب حقیقۃ نبوت میں فرماتے ہیں کہ :ـ

مفہّمین کون ہیں؟ واضح رہے کہ اجتماع انسانی میں بہترین طبقہ ان لوگوں کا ہوتا ہے جنہیں اصطلاح میں مفہّم کہتے ہیں۔ یہ لوگ اہل اصطلاح ہوتے ہیں۔ ان کی ملکیت بہت بلند درجے کی ہوتی ہے اور ان کے لئے ممکن ہوتا ہے کہ بیچ واسطے کے ساتھ اچھا نظام قائم کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اور ان پر ملاء اعلیٰ سے علوم اور احوال نازل ہوتے ہیں

مفہّمین کا نفسیاتی تجزیہ مفہّم کی سیرت یہ ہوتی ہے کہ وہ معتدل مزاج ہوتا ہے اس کے جسم کی ساخت اور اس کے اخلاق و عادات مناسب ہوتے ہیں۔ اس میں نہ ایسا عدم استقلال ہوتا ہے کہ اپنی ذاتی خواہشوں میں پھنسا رہے۔ نہ ضرورت سے زیادہ تیز فہمی ہوتی ہے کہ اصولی باتوں میں پھنس جائے اور جزوی مسائل حل کرنے کی طرف توجہ نہ دے سکے اور اعمال و افعال کی ارواح کی طرف اتنا متوجہ ہو جائے کہ ان کی اشکال و اشباح کی طرف توجہ نہ دے سکے۔ اس میں نہ اتنی کند ذہنی ہوتی ہے کہ وہ صرف چھوٹی چھوٹی باتوں ہی کو سمجھ سکے اور اصولی اور کلی باتوں کی سمجھ اس کی طاقت سے باہر ہو اور نہ اعمال و افعال کی اشکال و اشباح میں اتنا پھنسا رہتا ہے کہ ان کی ارواح کی طرف دھیان نہ دے سکے وہ صحیح طریقہ ہائے کار پر سب لوگوں سے زیادہ عمل پیرا ہوتا ہے وہ عبادات میں اچھا نمونہ پیش کرتا ہے وہ لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں کبھی انصاف کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا وہ اجتماع انسانی کی اجتماعی ضرورتوں کے پورا کرنے میں پورے شغف کا اظہار کرتا ہے وہ نفع عام کی طرف راغب ہوتا ہے وہ کسی کو تکلیف پہنچاتا ہے تو بالعرض ہوتی ہے جس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ یا تو نفع عام تکلیف پہنچانے ہی پر موقوف ہوتا ہے یا نفع عام کے کام کا نتیجہ ہی یہ ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ کسی کو تکلیف پہنچے وہ ہر وقت عالم غیب کی طرف توجہ رکھتا ہے اور اس میلان کا اثر اس کی بول چال، چہرے مہرے غرض ہر بات سے ظاہر ہوتا ہے اور صاف نظر آتا ہے کہ اسے غیب سے مدد مل رہی ہے تھوڑی سی ریاضت کرنے سے اس پر انوار کا انکشاف ہونے لگتا ہے جو دوسروں پر قرب اور سکینۃ کے طبقے و درجات طے کر لینے کے بعد بھی نہیں کھلتے

والمفهمون على اصناف كثيرة واستعد اوات مختلفة فمن
كان اكثر حاله ان يتلقى من الحق علوم تهذيب النفس بالعبادات
فهو **الكامل**

ومن كان اكثر حاله تلقى الاخلاق الفاضلة وعلوم تدابير
المنزلى ونحو ذلك فهو **الحكيم**

ومن كان اكثر حاله تلقى السياسيات الكلية ثم وفق لاقامة
العدل في الناس وذب الجور منهم يسمى **خليفة**

ومن المث به الملاء الاعلى فعلمته وخاطبته وتراءت له
وظهرت انواع من كراماته يسمى **بالمؤيد بروح القدس**

ومن جعل منهم في لسانه تقلبه نور فنفع الناس بصحبته
وموعظته وانتقل منه الى حواريين من اصحابه سكينة و
نور فبلغوا بواسطته مبالغ الكمال وكان حثيثا على هدايتهم
يسمى **هاديا مزكيا**

ومن كان اكثر علمه معرفة قواعد الملة ومصالحها وكان
حثيثا على اقامة المندرس منها يسمى **اماما**

ومن نفث في قلبه ان يخبرهم بالداهية المقدرة عليهم في
الدنيا او تفطن بلعن الحق قوما فاخبرهم بذلك او جرد من نفسه

مفہمین کی قسمیں مفہمین کی بہت سی قسمیں ہیں۔ اور ہر ایک قسم کے لوگوں کی تعداد الگ الگ ہوتی ہے۔

(۱) **کامل**: چنانچہ جس مفہم کو اکثر حالات میں حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے عبادات کے ذریعے سے تہذیب نفس کے علوم حاصل ہوتے رہیں وہ اصطلاح میں کامل کہلاتا ہے

(۲) **حکیم**: جسے اخلاق فاضلہ اور تدبیر منزل کے علوم وغیرہ ملتے رہیں۔ وہ حکیم کہلاتا ہے۔

(۳) **خلیفہ**: جسے اکثر حالات میں بین الاقوامی سیاسیات کے اصول سمجھائے جاتے رہیں اور جسے تمام لوگوں میں عدل قائم کرنے اور ان میں سے ظلم اور جور دور کرنے کی توفیق ملے وہ اصطلاح میں خلیفہ کہلاتا ہے۔

(۴) **مؤید من اللہ**: جس کا ملاء اعلیٰ سے قرب ہو اور ملاء اعلیٰ کے فرشتے اسے سکھائیں اس سے گفتگو کریں۔ اسے نظر آئیں اور جس سے طرح طرح کی کرامتیں ظاہر ہوں۔ وہ مؤید بروح القدس ہوتا ہے۔

(۵) **ہادی اور مزکی**: جس کے دل اور زبان پر نور ہو اور جس کے پاس بیٹھنے اور جس کی نصیحت سننے سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہو اور جس سے اس کے دوستوں کو سکینۃ اور نور حاصل ہوتا ہو اور اس کے ذریعے سے وہ کمال کے بلند مرتبے حاصل کریں اور وہ لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے کوشاں ہو وہ ہادی اور مزکی کہلاتا ہے

(۶) **امام**: جس کے علم اور معرفت کا بیشتر حصہ ملت کے اصول اور مصالح پر مشتمل ہو اور جو اصول ملت اور مصالح ملی منہدم ہو گئے ہوں ان کے قائم کرنے کی کوشش میں مگن ہو وہ امام کہلاتا ہے۔

(۷) **منذر**: جس کے دل میں یہ بات ڈالی جائے۔ کہ وہ لوگوں کو خبر دے دے کہ ان کی برائیاں جمع ہو کر ان کے لئے ایک بہت بڑی مصیبت دنیا میں لانے والی ہیں یا وہ بھانپ لے کہ ملاء اعلیٰ میں ایک قوم کو اس کے اعمال کی بنا پر اللہ کی رحمت کی غیر مستحق قرار دیدیا گیا ہے اور وہ اس کی خبر انکو دے دے

فی بعض اوقاته فعرف ما سیکون فی القبر والحشر فاخبرهم بتلک الاخبار یسمی منذرًا

واذا اقتضت الحکمة الالٰهیة ان یبعث الی الخلق واحدًا من المفهمین فیجعله سببًا لخروج الناس من الظلمات الی النور وفرض الله علی عباده ان یسلّموا وجوههم وقلوبهم له وتاکّد فی الملاء الاعلی الرضاء عمن انقاد له وانضم الیه واللعن علی من خالفه وناواه فاخبر الناس بذلک والزمهم طاعته فهو النبیّ

واعظمُ الانبیاء شانًا مَنْ له نوعٌ آخر من البعثة ایضًا وذلک ان یکون مرادُ الله تعالی فیه ان یکون سببًا لخروج الناس من الظلمٰتِ الی النور وان یکون قومُه خیرَ اُمّةٍ اُخرجت للناس فیکونُ بعثُه یتناول بعثًا آخر

والی الاولی وقعت الاشارةُ فی قوله تعالی هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ الآیة والی الثانی فی قوله تعالی کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وقولُه صلّی الله علیه وآله وسلّم: فانما بعثتم میسّرین ولم تبعثوا معسّرین ونبینا صلّی الله علیه وآله وسلّم استوعب جمیع فنون المفهّمین

یا وہ کبھی کبھی اپنے نفس سے مجرد ہو کر معرفت حاصل کرلے کہ قبر اور حشر میں کیا باتیں پیش آنے والی ہیں اور ان سے لوگوں کو آگاہ کردے اسے مُنذِر کہتے ہیں۔

نبی کی تعریف جب حکمت الٰہیہ یہ بات ضروری سمجھے کہ مفہّمین میں سے خلق کی طرف ایسے شخص کو بھیجا جائے جو ان کے تاریکیوں سے نور کی طرف آنے کا سبب بن سکے اور اللہ تعالیٰ لازم کردے کہ اس شخص کی اطاعت جسم و روح سے کی جائے اور ملاءِ اعلیٰ میں یہ بات پختہ طور پر طے ہو جائے کہ جو شخص اس کی اطاعت اختیار کرے اور اس کے ساتھ مل کر کام کرے وہ اللہ کی رحمت کا مستحق ہے۔ اور جو شخص اس کی مخالفت کرے اور اس سے دشمنی کا اظہار کرے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُوری کا مستحق ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کی خبر بھی دے اور اس کی اطاعت لازم کردے اسے نبی کہتے ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ کی دو بعثتیں انبیاء میں سے سب سے بزرگ اور بڑا وہ ہے جس کی بعثت کی ایک اور غرض بھی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ایک تو یہ نبی خود لوگوں کو تاریکی سے نور میں لانے کا ذریعہ بنے دوسرے اس کی قوم دوسرے لوگوں کی خدمت کے لئے بہترین گروہ یا جماعت ثابت ہو۔ اس نبی کی بعثت گویا ایک اور قسم کی بعثت پر بھی مشتمل ہوتی ہے چنانچہ پہلی بعثت کی طرف اس آیت میں اشارہ موجود ہے هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (خدا وہ ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا) اور اس نبی کی دوسری بعثت کی طرف اس آیت میں اشارہ موجود ہے کہ:۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے چن چن کر جمع کئے گئے ہو) خود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین (تم کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ تم لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرو نہ اس لئے کہ لوگوں کو تنگی میں مبتلا کرو)

آنحضرت صلعم کی جامعیت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جو نبی گزرے ہیں وہ مفہّمین کی مذکورہ بالا صفات میں سے ایک ایک دو دو صفتوں کے مالک تھے

واستوجب اثم البعثين وكان من الانبياء قبله من يدرك فنّا او فنّين ونحو ذلك اھ

فائدۂ مہمہ:- قال الامام ولیّ الله فی التفهيمات[له]

ان تشعب الدين طرقا ومذاهب وكون الامة فيها احزابا متحزبة وجموعا مجتمعة امر عظيم هال خاصّتهم وعامتهم

فمن اهل الله من كشف له عن ارتباط كل قول نطق به فقيه من فقهاء الاسلام بالشريعة المحمدية على صاحبها الصلوات والتسليمات ولم يكشف له عن الجادة القويمة التى اقامها الله تعالى لعباده ورضى لهم من فاز بحظ وافر ومن اخطأها لم يفز بالحظ الوافر وان كان له اجر عنائه فسكت عن ترجيح بعض الاقوال على بعض وحمل اختلافها على العزيمة والرخصة فمن قوى على العزيمة فليأخذ بها ومن قصر عنها قوته الجسمانية او قوته الروحانية فليأخذ بالرخصة وبسط فى ذلك كلامه كالشعرانى فى ميزانه وقد سبقه الشيخ محى الدين محمد بن على بن العربى الى اصل ذلك

له جلد اول ص۱۴۸

لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منعمین کی تمام قسموں کے فنون پر حادی اور دونوں قسم کی بعثت مکمل طور پر حاصل کر چکے ہیں"

فائدہ چہاردہم:۔ حضرت امام ولی اللہ دہلوی رح التفہیمات الالٰہیہ" میں فرماتے ہیں کہ:۔

" دین کے مختلف طریقوں اور مذہبوں میں بٹ جانے اور امت کے مختلف گروہ اور فرقے بن جانے سے خاص اور عام لوگ بہت حیرانی محسوس کر رہے ہیں

جادۂ قویمہ سے ناواقف لوگ چنانچہ اہل اللہ میں سے بعض وہ لوگ ہیں جن کو فقہاء اسلام میں سے کسی فقیہ کے منہ سے نکلی ہوئی بات کو شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوات التسلیمات) کے ساتھ ربط دینے کا کشف دیا گیا لیکن اُن کو اس جادۂ قویمہ کا کوئی علم نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے قائم کیا ہے اور جسے ان کے لئے پسند فرمایا ہے جسے اس جادہ قویمہ کا علم حاصل ہو گیا وہ حقیقت کا بہت بڑا حصہ لے گیا اور جو اس سے چوک گیا اُسے بڑا حصہ نہ ملا گو اُسے اس کی تکلیف[1] اٹھانے کا اجر مل رہے گا۔ اس پائے کے لوگ (یعنی جو صرف فقہی جزئیات کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ربط دینا ہی جانتے ہیں اور جادۂ قویمہ کے علم سے محروم ہیں) کسی ایک قول کو دوسرے قول پر ترجیح نہیں دے سکتے۔ یہ لوگ مختلف اقوال کی توجیہ صرف یہ کہہ کر کر دیتے ہیں۔ کہ ان میں سے ایک عزیمت ہے اور دوسرا رخصت[2] اس لئے جو شخص عزیمت کے مطابق کام کر سکتا ہے وہ ایک قول پر عمل کرے اور جس کی جسمانی یا روحانی طاقت کمزور ہے (اور وہ عزیمت پر عمل نہیں کر سکتا) وہ رخصت پر عمل کرے اس بارے میں ان لوگوں نے خوب سیر حاصل لکھا ہے جیسے شعرادی نے "میزان" میں اور ان سے بھی پہلے شیخ محی الدین ابن عربی نے جس سے شعرادی نے لیا ہے۔

---

[1] مشقت برداشت کرنا [2] اجازت

ومن اهل الله من يترائى له الجادة القويمة التي تؤدّي الى ظاهر الشريعة والتي توارثها جماهير المسلمين عن جهابذة التابعين عن كبار الصحابة عن النبي صلى الله عليه وآله وسلّم اخذا ظاهرا كالتناول باليد اولم يتوارثوا عين ذالك ولكنه اشبه شئ بما توارثوه ويترائى وراء ذالك مذاهب اهل الرأي التي هي كالحافات والجوانب فرأى التكلم في ترجيح الراجح نصرا للدين وذبًّا عنه كاكثر الفقهاء المحدثين فانهم قد بالغوا فيه

ومن اهل الله من كشف له عن الامرين فسلّمها كلّها على معنى انها من دائرة الشرع وان المتعبد بها في فسحة من دينه متدين لله تعالى معذور عنده غير ان الفضل للجادة القويمة وهي المرضيّة عند الله كل الرضاء

ومن اعظم نعم الله علىّ ان جعلني من الحزب الثالث وكشف لى عن اصل الشريعة وعن تبيانها الحاصل على لسان النّبي صلّى الله عليه وسلّم كما قال عزّ من قائل لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ مثاله قال الله تعالى: اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ فالاقامة ماخوذة من قامت السوق اذا وجد فيها البيع والشراء ومعناها هٰهنا الترويج والاشاعة

جادۂ قویمہ کے قریب پہنچنے والے لوگ

دوسرے اہل اللہ وہ ہیں جن کو صرف وہ جادۂ قویمہ نظر آیا جو ظاہرِ شریعت کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے بڑے صحابہ اور اجلّہ تابعین کے ذریعے سے بطریق ظاہری جمہور مسلمانوں کو پہنچا جیسے دست بدست لیتے ہیں یا انہیں اصل جادۂ قویمہ تو نہیں ملا لیکن اس کے قریب قریب کوئی چیز مل گئی انہیں اس جادے سے ہٹ کر اہل رائے علماء کے مذاہب بھی نظر آئے جو بمنزلہ کناروں کے ہیں چنانچہ انہوں نے جو دین میں ترجیح دینے کے قابل ہے اسے ترجیح دینے میں دین کی مدد اور مدافعت سمجھی جیسے اکثر فقہا محدثین کا خیال ہے۔ انہوں نے اس بارے میں بہت طویل بحثیں کی ہیں۔

جادۂ قویمہ کے شناسا

اہل اللہ کا تیسرا گروہ وہ ہے جن پر دونوں باتیں کھل گئیں۔ (یعنی جزوی تطبیقات بھی اور جادۂ قویمہ ظاہر شریعت اور باطن شریعت بھی) انہوں نے ان دونوں کو شرع کے دائرے کے اندر تسلیم کر لیا اور ظاہر کیا کہ جو لوگ ان کے مطابق کریں وہ بھی دین کی فراخی میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین پر ہیں اور ان کا عذر اللہ کے ہاں قبول ہے صرف یہ بات ہے کہ جادۂ قویمہ اصل چیز ہے جسے اللہ پسند فرماتا ہے اسے سب باتوں پر فضیلت حاصل ہے اور یہی راستہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

امام صاحب جادۂ قویمہ کے عالم ہیں

اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتوں میں سے مجھ پر یہ نعمت بھی ہے کہ اس نے مجھے اس تیسری جماعت میں شامل کیا اور مجھ پر شریعت کی اصل اور اس کی تشریح جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئی ہے دونوں ظاہر ہو گئی ہیں چنانچہ خدا فرماتا ہے لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (تا کہ جو تجھ پر نازل ہوا ہے اس کی تشریح کرے)

امام صاحب کو نبی اکرم صلعم کے بیان کا علم ہے

اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ اَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ (نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو) اس میں لفظ اقامت کا مفہوم عربی محاورہ قامت السوق سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں "بازار لگ گیا ہے" یعنی اس میں خرید فروخت

فبين النبي صلى الله عليه وآله وسلم التزويج المقصود بتوقيت الاوقات وتعيين عدد الركعات وتعليم صفة الصلوٰة وتشريع الاذان وتاكيد امر الجماعة والجمع والندب الى بناء المساجد وحضورها فكل هذه الابواب تبيان لاقامة الصلوٰة ولولا بيانه الواضح المفصّل لم نعلم شيئا من ذلك ابدًا وكذلك بيّن ايتاء الزكوٰة بتعيين النصاب والمقدار الواجب اخراجه والجنس الواجب اخراجها منه الى غير ذلك

ثم عن تبيان تبيانها الحاصل على السنّة الصحابة والتابعين كما اشار اليه النبي صلى الله عليه وآله وسلم حيث قال اقتدوا بالّذين من بعدي ابي بكر وعمر وقال اصحابي كالنجوم بايّهم اقتديتم اهتديتم مثاله: قصر النبي الصلوٰة في السفر والسفر عندنا امر مبهم فلحق به فعل ابن عمر وابن عباس بيانا انه مسيرة اربعة برد ثم عن ايضاحها وتدوين اصولها وفروعها الحاصل على ايدي المجتهدين المتقدمين مثاله قال الله تعالى اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ فتكلم المجتهدون ان الغسل معناه اسالة الماء

خوب ہو رہی ہے ایسے ہی اقامۃ الصلوٰۃ معنی ہوئے اس کو ترویج دینا اور اس کی اشاعت کرنا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جو تشریح فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ فلاں فلاں وقت یہ نماز پڑھی جائے ہر ایک نماز میں اتنی اتنی رکعتیں پڑھی جائیں نمازیں یوں ادا کی جائیں اور یوں اذان دی جائے نیز جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے اور جمعے ادا کرنے کی سخت تاکید کی اور مسجدیں تعمیر کرنے کو بہت ثواب کا باعث فرمایا یہ سب باتیں اقامت صلوٰۃ کے دوران میں اگر نماز پڑھنے کے "تبیان" میں داخل ہیں اگر حضرت نبی اکرم صلعم کی زبان مبارک سے یہ صاف اور کھلا بیان ہمیں نہ پہنچتا تو ہمیں کبھی اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ کے معنی سمجھ میں نہ آتے۔ ایتاء الزکوٰۃ کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے کیونکہ حضرت نبی اکرم صلعم نے اس کی تشریح کر کے بتایا ہے کہ کتنے مال یا نقد پر زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے کتنی زکوٰۃ دینی چاہیئے۔ اور زکوٰۃ میں کون کونسی جنس پر زکوٰۃ لازم ہے وغیرہ

امام صاحب کو صحابہ کرام کے ایضاح کا علم بھی ہے

مجھ بندہ ناچیز پر خدا تعالیٰ کا یہ بھی احسان ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین کی زبان سے شریعت کا جو تبیان ہوا ہے اس کی وضاحت کرنے کی بھی خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام کے متعلق خود حضرت نبی اکرم صلعم کا ارشاد مبارک ہے کہ "میرے بعد جو دو آئیں گے ان کا اتباع کرو یعنی ابوبکر اور عمرؓ کا" نیز فرمایا کہ "میرے صحابی ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جس کا اتباع کروگے سیدھے راستے ہی پر رہوگے" اس کی مثال یہ ہے کہ نبی اکرم صلعم نے سفر میں نماز قصر کی ہمارے نزدیک سفر ایک مبہم امر ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے فعل سے واضح ہو گیا کہ چار برد[1] ہوتا ہے۔

امام صاحب کو مجتہدین متقدمین کی تشریح کا علم بھی ہے

ایسے ہی خدا تعالیٰ کا مجھ پر یہ بھی احسان ہے کہ مجتہدین متقدمین نے شریعت کے جو اصول و فروع کی تدوین کی ہے اس کی توضیح کی بھی مجھے توفیق عطا فرمائی مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو اور اپنے سروں کا مسح کیا کرو اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں دھو لیا کرو۔" اس میں غسل سے کیا مراد ہے؟ مجتہدین نے بتایا ہے کہ غسل کے معنی ہیں پانی بہانا

[1] برد۔ بارہ میل کا فاصلہ۔

فقط او یشترط معها الذلک والوجه حده من کذا و کذا الی کذا او الی المرافق معناه مع المرافق و هل یکفی مسمی المسح ولو علی شعرة او شعرتین او لابد من مسح ربع الراس او من مسح کله؟

ثم عن شرح مذاهبهم واقاویلهم والتخریج علی قواعدهم الحاصل علی ایدی المتاخرین من الفقهاء فی کل مذهب فکشف لی عن کل ذلک بترتیبه الواقع فی نفس الامر کانی اراه ببصری فرأیت کل قول قیل فی الدین مرتبطًا باصل الشریعة بواسطة او بغیر واسطة

وما اصدق ما قیل فی ذلک ان مثله کمثل دوحة نبعت منها غصون کبار و من تلک الغصون غصون اخری صغار و نبتت فی الغصون الصغار اوراق و ازهار

او مثله کمثل عین نبع منها جداول کبار و من تلک الجداول جداول اخری صغار و اغترف من الصغار فی الاوانی و وقع منها شئی من المهاون و منابت الاشجار

یا (بقول بعض) ٹخنا بھی اس میں داخل ہے اور وجہ (منہ) کی حدیہاں سے وہاں تک ہے اور الی المرافق میں الیٰ (تک) سے مراد مع (ساتھ) ہے (یعنی کہنیوں سمیت) پھر وہ اس امر کی بھی توضیح کرتے ہیں کہ جسے مسح کہتے ہیں وہ ایک دو بالوں پر ہو جائے تو بھی کافی ہے یا چوتھائی سر کے ہو یا سارے سر کا ہو تو مسح ہوتا ہے

امام صاحب کو مجتہدین متقدمین کے اقوال کی شرح کا علم بھی ہے

پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ان مجتہدین متقدمین کے مذاہب اور اقوال کی شرح بھی منکشف کردی اور ہر مذہب کے متاخرین فقہاء نے ان متقدمین کے قواعد کے پیش نظر جن جزئیات کی تخریج و تفریع کی ہے وہ بھی منکشف کردیں۔

وہ ان سب کا ربط بھی جانتے ہیں

الغرض مذکورہ بالا سب باتیں مجھ پر اس ترتیب کے ساتھ جس پر وہ واقع ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیں۔ اور ایسی کھول دیں۔ گویا میں ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں اب میں ہر ایک قول کو اصلِ شریعت کے ساتھ مربوط دیکھتا ہوں۔ خواہ یہ ربط بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ۔ اس بارے میں یہ قول کتنا سچا ہے کہ دین کی مثال اس تنے کی ہے۔ جس سے کچھ تو بڑے بڑے ٹہنے نکلتے ہیں۔ پھر ان بڑے ٹہنوں میں سے چھوٹی چھوٹی ٹہنیاں اگتی ہیں اور ان ٹہنیوں پر پتے اور پھول لگتے ہیں۔ یا اس کی مثال چشمے کی ہے۔ جس میں سے پہلے بڑی نہریں نکلتی ہیں۔ پھر ان میں سے چھوٹی نہریں یا گھاٹیاں نکلتی ہیں پھر ان چھوٹی نہروں میں سے برتنوں میں پانی بھر لیا جاتا ہے اور برتنوں سے کچھ پانی درختوں کے تھالوں میں ڈالا جاتا ہے

وكشف لى ايضاً عن حاقّ الطريق والشارع الذى ليله
كنهاره واوله آخره وعن طرق خفية المكان مطموسة
المنار لا تؤدّى الى ما عليه النبىّ صلّى الله عليه وآله وسلم
واصحابه الا بعد طى وعر الراى وحزن الاوهام وبعد مكابدة
جبال التقليد لمن يجرى عليه الخطأ والصواب واكام التخريج
على قول من يعتوره الحق والباطل

وكشف لى عن حقيقة الرايين اللذين نطق بهما السلف
ونسبوا اليهما رجالاً من فقهائهم

فمثل السنة الظاهرة كمثل اللغة التى كان النبى صلى الله عليه
وآله وسلم يقرأ بها القرآن ومثل الاقاويل التى هى على يمينها
وشمالها كمثل الاحرف التى رخص النبى صلى الله عليه وآله وسلم
ان يقرؤا بها القرآن دفعاً للحرج من ملازمته

ومثل السنة الظاهرة كمثل من حضر محفل الخليفة فسمع منه
باذنيه وشاهده حين تكلم بما تكلم ووعاه قلبه بذلك ومثل
الاقاويل المخرجة على قواعدهم كمثل سوقى تخلص اليه من
احكام الخليفة وهو مما يظن به ان يا ربما اداه الى فطانة وحدس فى بعض الامور
(فصل) ومن[1] اعظم نعم الله على ان كشف لى ان الشارع افادنا

[1] التفهيمات الالہیہ جلد اول ص۵۳

مجھ پر وہ راستہ اور شاہراہ بھی منکشف ہو گئی جو اتنی روشن ہے کہ اس کی رات اس کے دن کی مانند ہے اور اس کا اول اس کے آخر کی طرح ہے۔ نیز مجھے وہ چھوٹے چھوٹے مٹے ہوئے سے نشانہائے راہ بھی معلوم ہو گئے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ تک خود رائی کی دلدل اور اوہام کی سنگلاخ راہ طے کرنے اور ان لوگوں کی تقلید کے پہاڑ پھاندنے کے بعد پہنچ سکتے ہیں جو غلطی پر بھی ہو سکتے ہیں اور راستی پر بھی۔ اور ان لوگوں کے اقوال سے تخریجات کے ٹیلوں کو عبور کر کے ہی پہنچ سکتے ہیں جو حق اور باطل دونوں کے حامل ہو سکتے ہیں

رائے کی حقیقت کا انکشاف مجھ پر اس رائے کی حقیقت بھی واضح ہو گئی۔ جس کی سلف نے مذمت کی ہے اور جس کی طرف اپنے بعض فقہاء کو منسوب کیا ہے۔

سنتِ ظاہرہ سنتِ ظاہرہ کی مثال ایسی ہے جیسے وہ زبان جس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور سنت ظاہرہ کے اِدھر اُدھر کی جو باتیں ہیں۔ ان کی مثال ان لہجوں کی ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تلاوت کی اجازت صرف اس لئے دی ہے کہ آپ صلعم کی امت کو تکلیف نہ ہو۔

نیز سنتِ ظاہرہ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے دربار شاہی میں حاضر ہو کر بادشاہ کے احکام اپنے کانوں سے سُن لئے اور اُسے بولتے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اس کے دل نے اس کے احکام یاد کر لئے۔ ائمہ دین کے معین کردہ قواعد کے مطابق نکالے ہوئے مسئلوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی عام آدمی کو بادشاہ کی بعض باتیں پہنچیں اور وہ ان پر اپنے بعض قیاسات قائم کرے۔

فصل۔ علم شریعت کی دو قسمیں اللہ تعالیٰ کا مجھ پر یہ بھی بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھ پر اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ حضرت شارع نے ہمیں دو قسم کے علم دئے ہیں

نوعين من العلم متمايزين باحكامهما متغايرين في مراتبهما
احدهما علم المصالح والمفاسد والثاني علم الشرائع
والحدود وكأني اراهما ببصري واميز بين القبيلتين
واعرف كلا الامرين وهذا علم شريف لم ار احدًا سبقني
الى بيانه وكشف اصوله وفروعه وتنزيل المسائل عليه

ومن اعظم نعم الله علي ان كشف لي عن اسباب
اختلاف الفقهاء بعد احكام الجادة القويمة التي اشرتُ
اليها في بعض التفاصيل والتفاريع محصورة مضبوطة
في مقدمات كليّة من ايقنها لم يتوقف في فهم شئ
من مواضع الاختلاف ورأى الجادة القويمة بحيالها متمثلة
بين عينيه متشبحة عنده ولديه ورأى التفاصيل
المختلف فيها امرًا ضروريًا ناشيًا من اختلاف فهوم
الآخذين للملة من مأخذها والمتلقين لها عن منبعها و
كشف لي ان الاختلاف على اربعة منازل. اختلاف مردود
وليس لقائله ولا لمقلده من بعده عذر وهذا قليل الوجود
في المذاهب الاربعة المدونة. واختلاف مردود ولقائله عذر ما
لم يبلغه حديث صحيح دال على خلافه فاذا بلغه فلا عذر له

جن میں ایک کے احکام دوسرے سے مختلف اور ایک کا مرتبہ دوسرے سے الگ ہے

(۱) علم المصالح والمفاسد (۲) علم الشرائع والحدود۔

مجھے یہ دونوں قسم کے علوم علیحدہ علیحدہ طور پر آنکھوں سے اس طرح نظر آرہے ہیں کہ میں ہر دو میں پوری طرح تمیز کر سکتا ہوں اور دونوں کو خوب سمجھ سکتا ہوں یہ وہ علم شریف ہے جس کے متعلق بیان کرنے اور جس کے اصول و فروع واضح کرنے اور مسائل کو اس علم پر حل کرنے میں مجھ پر کسی نے سبقت نہیں کی۔

جادۂ قویمہ میں اختلافات

حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کا مجھ پر یہ بھی بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھ پر فقہاء کے اختلاف کے اسباب منکشف کر دئے ہیں اور یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ جادۂ قویمہ کے پختہ ہو جانے کے بعد جس کی تفصیلات اور تفریعات کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے جو مقدمات کلیہ میں محصور ہو چکی ہیں اور ضبط میں لائی جا چکی ہیں۔ جو شخص ان کلیات پر پختگی حاصل کرے وہ اختلاف کے مقامات میں کسی بات کے سمجھنے میں بند نہیں رہ سکے گا اور وہ سارے جادۂ قویمہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے متمثل پائے گا اور وہ اس کے متبحر[لہ] ہوگا اور وہ سمجھ لے گا کہ ملت کو اپنے ماخذ سے اخذ کرنے والوں اور اپنے منبع سے لینے والوں کے فہموں میں اختلاف کے سبب سے ان تفاصیل میں اختلافات کا پیدا ہو جانا ایک ضروری چیز ہے۔

اختلاف کے چار درجے

مجھ پر یہ بات بھی روشن ہو چکی ہے کہ اختلاف کے چار درجے ہیں

اختلاف مردود نامقبول

(۱) اختلاف مردود جس میں اختلاف کرنے والے اور اس اختلاف کی پیروی کرنے والے کے ہاتھ میں کوئی معقول عذر نہیں ہے اس قسم کا اختلاف چاروں مدون مذاہب میں شاذ ہی پایا جاتا ہے

اختلاف مردود مقبول

(۲) اختلاف مردود جس کے متعلق اختلاف کرنے والے کے پاس کوئی عذر ہے مثلاً اس کے خلاف اسے کوئی صحیح حدیث نہیں پہنچی جب اسے صحیح حدیث پہنچے گی وہ اسے چھوڑ دے گا۔

لہ یعنی شریعت کے احکام اس جادہ قویمہ کے اتباع ہوں گے۔

واختلاف مقبول قد خیّر الشارع المکلّفین فی طرفیه تخییرا ظاهرا مطلقا کالاحرف السبعة من القرآن۔

واختلاف ادرکنا کون طرفیه مقبولین اجتهادا او استنباطا من بعض کلام الشارع صلوات الله وسلامه علیه والانسان مکلّف به لا مطلقا بل بشرط الاجتهاد و تاکد الظن و تقلید من حصل له ذلک

وکشف لی ان فی کل مذهب ظاهرا وشاذا فظاهر الروایة فی مذهب ابی حنیفة ما حواه الاصول الخمسة و ما صرح فیها محمد بن الحسن انه مذهب ابی حنیفة وقوله الذی اعتمد علیه

وظاهر الروایة فی مذهب مالک ما صرح به ابن القاسم وما ذکره فی المدوّنة انه قول مالک الذی علیه اعتماده وظاهر الروایة فی مذهب الشافعی ما اعتمده الشیخان الرافعی والنووی وصرحا بانه مذهب الشافعی وقوله المشهور المعمول به وما سوی ذلک مما یوجد من روایة غیر المشهورین او غیر الضابطین لمذهب هؤلاء فهو الشاذ فکذلک فی الشریعة المطهرة المصطفویة علی صاحبها الصلوات والتسلیمات ظاهر وشاذ

اختلافِ مقبول محمود (۳) اختلافِ مقبول جس کی بنیاد یہ ہے کہ حضرت شارع ؑ نے لوگوں کو کھلم کھلا اور مطلق اختیار دے دیا ہے کہ یوں کریں یا یوں کریں جیسے سات لہجوں میں قرآن حکیم پڑھنے کی اجازت۔

اختلافِ تقلیدی (۴) وہ اختلاف کہ ہم حضرت شارع ؑ کے بعض کلام سے اجتہاد اور استنباط کے لحاظ سے دونوں طرف اختلاف کے ہونے کو مقبول پاتے ہیں۔ انسان اس کا مکلف ہے مگر بطور مطلق نہیں بلکہ صرف اس صورت میں کہ خود اجتہاد کیا ہو یا اس کے متعلق ظن غالب ہو (کہ یہ صحیح استنباط ہے) یا جسے ان باتوں میں سے کوئی حاصل ہو اس کی تقلید کا ذمہ لیا ہو۔

مذاہب اربعہ کا ظاہر اور شاذ مجھ پر یہ بات بھی منکشف ہو گئی ہے کہ ہر ایک مذہب میں ظاہر بھی ہے اور شاذ بھی۔ چنانچہ

حنفی: مذہب ابوحنیفہؒ میں ظاہر روایت تو وہ ہے جو اصول خمسہ[1] میں آگئی ہے اور محمد بن الحسنؒ کی تصریحات کہ یہ مذہب امام ابوحنیفہ ہے۔ اور وہ باتیں جن کے متعلق محمد بن الحسنؒ کہتے ہیں کہ میں ان پر اعتماد کرتا ہوں۔

مالکی: مذہب مالکؒ میں ظاہر الروایۃ وہ ہے جو ابن قاسمؒ نے المدونہ میں بیان کیا کہ حضرت امام مالک کا قول ہے جس پر اس کا اعتماد ہے۔

شافعی: مذہب شافعی میں ظاہر الروایت وہ ہے جو حضرت رافعیؒ اور حضرت نوویؒ نے بیان کیا ہے کہ یہ مذہب شافعی ہے اور ان کا مشہور قول ہے جس پر عمل کیا جا رہا ہے

ان کے علاوہ جو باتیں غیر مشہور اور غیر منضبط روایتوں میں پائی جاتی ہیں وہ شاذ کے درجے میں ہیں

شریعت مصطفویہ کا ظاہر اور شاذ ایسے ہی شریعت مطہرہ مصطفویہ (علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات) میں ظاہر بھی ہے اور شاذ بھی۔

---

[1] یعنی یہ پانچ کتابیں (۱) سیر صغیر (۲) سیر کبیر (۳) جامع صغیر (۴) جامع کبیر اور (۵) مبسوط (مرتب)

وظاهر الشريعة المصطفوية له مراتب مرتبة فاقواها ما وجد في نص القرآن منطوقا به بحيث لا يخفى المراد منه على العارف باللسان

ويتلوه ما نطق به الاحاديث المستفيضة الصحيحة المروية في صحيحي الشيخين ابي عبد الله البخاري ومسلم النيسابوري وموطا مالك من غير تعارض الاخبار و الاختلاف الفاحش في الفاظ الروايات اعني بذلك ما يجتمع فيه اربعة شروط يكون صريحا في معناه لا يخفى المراد منه على العارف باللسان ويكون مستفيضا قد رواه من الصحابة ثلثة فاكثر ثم لم تزل تتزايد الرواة في كل طبقة حتى جاءت طبقة حفاظ الحديث وجهابذة الفقهاء فارتضوه وقالوا به

ويكون مرويا في هذه الكتب الثلثة فان لها شانا في الاسلام ليس لغيرها وان لها قبولا عند العلماء بالحديث والفقه ليس لغيرها وان لها صحة لم يشهد وا بمثلها في غيرها وان لها اشتهارا في علماء الحديث والفقه مشارقها ومغاربها الحجازيين منها والشاميين والعراقيين ليس مثله لغيرها

شریعتِ ظاہر کے درجات | شریعتِ مصطفویہ کے ظاہر کے کئی درجے ہیں

۱۔ قرآن حکیم: سب سے قوی تو وہ ہے جو قرآن حکیم میں صاف صاف طور پر مذکور ہے اور جسے ہر وہ شخص جو اس کی زبان جانتا ہے سمجھ سکتا ہے۔

۲۔ مؤطا اور صحیحین:۔ اس سے ملحق وہ ہے جو صحیح روایات میں آ گیا ہے جس کی روایت بخاری، مسلم اور مؤطا امام مالک میں آتی ہے بغیر اس کے کہ ان تینوں میں کوئی تعارضِ اسناد ہو یا روایت کے الفاظ میں کوئی نمایاں فرق ہو۔ میری مراد یہ ہے کہ وہ ان چار شرطوں پر پورا اترے :۔

(ا) اس روایت کے معنی صاف و صریح ہوں۔ عربی دان خود اسے سمجھ سکے۔

(ب) بالکل صحیح روایت ہو جسے کم سے کم تین یا زیادہ صحابہ نے روایت کیا ہو۔ اس کے بعد ہر طبقے میں راویوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہو یہاں تک کہ حفاظِ حدیث اور بڑے بڑے فقہانے آگر اس روایت کو پسند کیا ہو اور اس سے سندیں لی ہو۔

(ج) وہ روایت ان تینوں کتابوں میں آئی ہو۔ کیونکہ ان تینوں کتابوں کی اسلام میں وہ شان ہے جو کسی اور کتاب کو نصیب نہیں ہوئی اور حدیث اور فقہ کے علماء میں انہیں وہ مقبولیت حاصل ہے جو کسی اور کتاب کو نہیں ہوئی۔ اور ان کتابوں کی صحت ایسی ہے کہ علماء نے ایسی صحت کی ان کے سوا اور کتاب کے متعلق شہادت نہیں دی۔ اور ان کتابوں کو مشرق و مغرب، حجاز و شام اور عراق عرب اور عراق عجم کے علماء حدیث و فقہ میں وہ شہرت حاصل ہو چکی ہے۔ جو کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہوئی

وان للقوم اشتغالاً بشرح غريبها وضبط مشكلها وتخريج فقهها وذكر رواتها ليس لهم مثل ذلك الاشتغال لغير هذه الكتب وهذا امر لا يكاد يخفى الا على اجنبى عن مدارك القوم والا يكون هناك تعارض الاخبار عن النبى صلى الله عليه وآله وسلّم لاسيّما فى مثل هذه الكتب

ويتلوه ما حكاه مالك فى الموطا انه مذهب كبار الصحابة والتابعين والذى جرى عليه عمل اهل المدينة من لدن زمان النّبوّة الى زمانه ثم لم يتعقّبهُ الشافعىُّ واحمد والبخارى وامثالهم من الجامعين بين الحديث والفقه فيما قرره بل ارتضوه وقالوا به وشدّ وه بصريح الاخبار جاءت من النبى صلى الله عليه وسلّم صحيحة او حسنة وان كانت من اخبار الاحاد او بدلالتها واشاراتها او بآثار جم غفير من الصحابة والتابعين او بقياس واضح واستنباط قوى

وفى حكم ما حكاه مالك كذلك ما كان مثله مما يرويه سفيان الثورى مثلاً ولكنّه فى حكاية مالك اكثر واوفق وفى حكاية غيره لا تجد ذلك الا اقل قليل

اور علما ہمیشہ ان تینوں کتابوں کے مشکل الفاظ کی تشریح اور ان کے ہم شکل الفاظ کا ضبط اور ان سے مسائل کی تخریج کرتے رہے ہیں۔ اور ان کتابوں کے سوا کسی اور کتاب سے اتنا شغل نہیں رہا۔ اور یہ ایسی چیز ہے جو صرف اس شخص پر پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ جو لوگوں کے حالات سے بے خبر ہو۔

(د) ان کتابوں میں جو روایات آئی ہیں۔ ان کے خلاف حضرت نبی اکرم صلعم سے کوئی اور روایت نہ آئی ہو۔ خصوصاً خود انہی کتابوں میں اس کے خلاف نہ آئی ہو۔

۳۔ تعامل اہل مدینہ اس کے بعد وہ روایات ہیں جن کا ذکر امام مالک نے بایں طور کیا ہے کہ یہ بڑے بڑے صحابہ اور تابعین کا مذہب ہے اور اس پر حضرت نبی صلعم کے زمانہ مبارک سے لے کر خود حضرت امام مالکؒ کے زمانہ تک اہل مدینہ کا عمل رہا ہے اور جو لوگ روایت و درایت کے جامع ہیں مثلاً امام شافعیؒ۔ امام احمدؒ امام بخاریؒ وغیرہ۔ انہوں نے حضرت امام مالک کے ان اقوال کے خلاف نہ پایا ہو۔ بلکہ اسے پسند کیا ہو اور اسے قابل سند سمجھا ہو بلکہ اسے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح روایات یعنی صحیح یا حسن روایات سے (خواہ ان کا راوی ایک ہی کیوں نہ ہو) یا دلالت یا اشارت سے یا صحابہ اور تابعین کی بہت بڑی جماعت کے آثار سے یا قیاس واضح سے یا استنباط قوی سے اور بھی پختہ کر دیا ہو۔

حضرت امام مالک کی روایات کے درجے کی وہ روایات بھی ہیں۔ جو حضرت سفیان ثوریؒ نے بیان کی ہیں لیکن حضرت امام مالکؒ کی روایات ایک تو بہت کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ دوسرے وہ زیادہ موافق واقعہ ہیں۔ دوسروں کی روایتوں میں یہ بات بہت کم پائی جاتی ہے۔

ویتلوہ ما صح فیہ حدیث صحیح او حسن فی الکتب المشہورۃ وقام بمثلہ الحجۃ واخذ بہ جماعۃ من الفقہاء او کان استنباطا صحیحا قویا شہد لہ الجماعۃ بالصحۃ واللہ اعلم

فہذا کلہ ظاہر شریعۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والجادۃ القویمۃ من سنتہ والبین رشدہ والباھر قدرہ ومن خالف ذلک کان مردودا علیہ

فان کان مخالفا للقرآن العظیم والمشہور من الحدیث او الاجماع او القیاس الجلی لم یکن معذورا قط وان کان مخالفا لما دون ذلک ربما کان معذورا حتی یبلغ الحدیث ویرتفع الحجاب ثم لا عذر لمقلدہ من بعدہ اذا وضح الامر[1]

(فصل) فیجب علیک[2] ان تتامل ما ثبت من الشریعۃ بھذہ المثابۃ تاملا بلیغا حتی تمیزہ من غیرہ فیتمثل بین عینیک وتستیقن فی فؤادک ولدیک ثم عض علیہ بنواجذک واعتصم بہ بمجامع یدک ولا تصغ لمن خالفک فی ذلک ابدا

ثم بعد احکام ھذہ الجادۃ القویمۃ فربما یقع الاختلاف لبعض الاسباب فما کان قریب الماخذ ولیس فیہ تقصیر ظاہر

[1] التفہیمات الالٰہیہ جلد اول صفحہ ۱۵۵ تا ۱۵۶ [2] التفہیمات الالٰہیہ جلد اول ص۱۵۵ تا ۱۵۹ تک

(۱۴) کتب مشہورہ اس کے بعد وہ امور ہیں جن کے متعلق کوئی صحیح یا حسن روایت باقی مشہور کتابوں میں پائی جاتی ہے جس سے علماء نے حجت پکڑی ہے اور فقہا کی جماعت نے اسے لیا ہے یا ایسی روایت سے کوئی صحیح استنباط کیا گیا ہے جس پر علماء کی ایک جماعت صحت کا فتویٰ لگاتی ہے۔ واللہ اعلم

یہ سب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر شریعت اور آپ کی سنت کا جادۂ قویمہ ہے۔ جس کی راستی ظاہر اور جس کی قدرت اصح ہے۔ جو شخص اس کے خلاف چلتا ہے وہ مردود ہے۔

عذر کے درجات جس شخص کا قول یا عمل قرآن عظیم کے مخالف ہو یا مشہور حدیث کے خلاف ہو یا اجماع یا قیاس واضح کے خلاف ہو وہ بالکل معذور نہیں ہے البتہ ان کے علاوہ کسی اور چیز کے خلاف ہو تو وہ معذور ہو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے حدیث مل جائے اور حجاب دور ہو جائے۔ جب یوں حقیقت نفس الامر واضح ہو جائے تو پھر مقلد کا کوئی عذر قبول نہیں ہو سکتا۔

فصل

اختلاف محمود پس تجھ پر لازم ہے کہ تو شریعت پر اس طریق سے گہرا غور کرے۔ یہاں تک کہ تجھے شریعت سے ثابت شدہ کی غیر ثابت شدہ سے تمیز ہو۔ اور یہ چیز تیری آنکھوں کے سامنے اور تیرے دل کے اندر متمثل ہو جائے پھر اسے اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑ لے اور اپنے ہاتھوں سے مضبوط کر کے تھام لے اور جو شخص اس کے خلاف جا رہا ہو اس کی بات پر ہرگز کان نہ دھر۔

جادۂ قویمہ پختگی کے ساتھ معلوم کر لینے کے بعد بھی کبھی کبھی بعض اسباب کی بنا پر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اگر وہ اختلاف ماخذ کے قریب ہو اور اس میں ظاہری قصور کوئی نہ ہو

فلا تنكره اصلاً بل سلّم كل قول قيل من هذا القبيل ومثله كمثل اقوال الفقهاء المقلّدين لمذهب واحد اذا اختلفوا فى تخريج الوجوه او تفسير عبارة الامام او تصحيح الاقوال والوجوه عند المتقيدين بالمذاهب فانهم لا يرون ذلك مذاهب متغايرة ويتسامحون فى مثله فكذلك انت اجعل الجادة القويمة مذهباً واحداً وسامح فى الاقوال المختلفة ولا تخرج شيئاً منها من الجادة القويمة من الشريعة المحمدية ومثال الخارج من هذه الجادة مسح القدمين فى الوضوء واستحلال نكاح المتعة واستحلال الشراب المسكر اذا شرب منه قليلا واستحلال الحمر الانسية والقول بان اخر وقت الظهر ان يكون الظل مثلى الانسان بعد الفئ الاصلى

ومثال الاختلاف بعد تسليم الجادة اختلافهم فى الصائم هل يكره له التسوك بعد الزوال ام لا وهل تُستفتح الصلوٰة بسبحانك اللهمّ او بوجهت وجهى او لا تُستفتح بشيئ وهل يتشهد كتشهد ابن مسعود او كتشهد ابن عباس او كتشهد ابن عمر؟ ثم ان سمت همتك فى العلم وقويت عزيمتك فى التقوى

تو اس کو بُرا مت کہو۔ بلکہ اس قسم کی بات کو تسلیم کر لو۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ بعض اوقات ایک مذہب کے مقلّد فقہا کسی مسئلے کی تخریج کی وجہ میں یا اپنے امام کی عبارت کی تفسیر کرنے میں یا کسی قول یا وجہ کی تصحیح کرنے میں اختلاف کر جاتے ہیں کیونکہ وہ انہیں مختلف مذاہب نہیں سمجھتے اور ایسے موقعوں پر درگزر سے کام لیتے ہیں تم بھی جادہ قویمہ کو ایک مذہب تصوّر کرو اور اس کے متعلق جو مختلف اقوال ہیں ان کے متعلق سختی سے کام نہ لو۔ اور کسی بات کے متعلق یہ مت کہو کہ یہ جادہ قویمہ محمدیہ سے خارج ہے

اس جادہ قویمہ سے جو باتیں خارج ہیں۔ ان کی مثالیں یہ ہیں وضو میں پاؤں کا مسح کرنا متعہ کے نکاح کو حلال سمجھنا تھوڑی سی نشہ آور شراب کا پینا جائز سمجھنا۔ گھریلو گدھوں کا گوشت کھانا حلال سمجھنا یا مثلاً یہ کہنا کہ ظہر کا وقتِ آخر فئے اصلی کے بعد انسان کے دو مثل تک ہے۔

جادہ قویمہ تسلیم کر لینے کے بعد اختلاف کی مثال مثلاً کیا روزہ دار زوال کے بعد مسواک کر سکتا ہے یا نہیں؟ نماز کا آغاز سبحٰنک اللھم الخ سے کیا جائے یا اِنّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِی الآیۃ سے کیا جائے یا کسی ثنا کے پڑھنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی جائے؟ یا مثلاً تشہد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے طریقے پر پڑھی جائے یا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے طریق پر یا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے طرز پر؟

اختلاف کیونکر ختم کیا جائے؟ اگر علم میں تمہاری ہمت بلند ہو اور تقویٰ میں تمہاری عزیمت قوی ہو

فاعرض هذه التفاصيل على صريح الكتاب وظاهر السنة وفعل اكثر اهل العلم والقياس القوى واجمع بين الاحاديث المختلفة وتتبع الاخبار الصحيحة والحسنة والضعيفة المروية فى كتب المحدثين وخذ بالاقوى والاقيس والاحوط والا فانت رجل من المسلمين[1]

فصل، فان قلت سلمت ان ما ذكرته هو الجادة الجلية من الشريعة المصطفوية لكن كيف يكون لى تميزه من غيره؟ ولعله يحتاج الى جمع كثير من الاحاديث يتعذر فى زماننا قلت هذا القدر لا يحتاج الى اكثر من الموطا و الصحيحين وسنن ابى داؤد وجامع الترمذى وهذه الكتب معروفة مشهورة يمكن تحصيلها فى اقرب مدة ولكن يحتاج معرفة الجادة القويمة القوية الجليلة منها الى نور باطنى يخلقه الله تعالى

فان لم يوجد ذلك النور فى قلبك وسبقك اليه بعض اخوانك وفهمك باللسان الذى تعرفه انت لم يبق لك بعد ذلك عذر والعلم عند الله تعالى اھ[2]

---

[1] التفہیمات جلد اول ص۱۵۶ س۱۵ طبع ڈابھیل، [2] ایضاً ص۱۵۶ س۶

تو وہ تفاصیل جن میں اختلاف نظر آئے انہیں کتاب اللہ کی تصریحات اور ظاہر سنت اور اہل علم کے تعامل یا قیاس قوی کے ذریعے پرکھو پھر جن صحیح حسن یا ضعیف احادیث میں اختلاف پایا جائے۔ ان میں جمع کرنے کی کوشش کرو۔ اور جو سب سے قوی سب سے زیادہ قرین قیاس اور سب سے زیادہ محتاط طریق عمل ہو اسے اختیار کرلو۔ ورنہ تم عامی مسلمان ہوگے۔

فصل

کتب ضروریہ اگر تم یہ کہو کہ اچھا آپ نے جادۂ قویمہ کی جو تعریف کی ہے اسے میں تسلیم کرتا ہوں لیکن میں اسے غیر قویمہ سے کس طرح متمیز کردں کیونکہ اس کے لئے تو بہت سی احادیث جمع کرنی پڑتی ہیں۔ جو ہمارے زمانہ میں ناممکن ہے۔

میں اس کے جواب میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اس سلسلے میں تمہیں جس قدر احادیث کی ضرورت ہے وہ مؤطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں موجود ہیں۔ اور یہ کتابیں آج کل بھی جلدی حاصل کرنا چنداں مشکل نہیں لیکن جادۂ قویمہ کی پہچان کے لئے ان کتابوں کے مطالعے کے علاوہ ایک نور باطنی کی بھی ضرورت ہے۔ جو خدا تعالیٰ ہی پیدا کر سکتا ہے۔

حضرت امام صاحب رح کا مقام اگر تم اس نور ملکی سے محروم ہو اور خدا تعالےٰ نے وہ نور تمہارے کسی بھائی کو عطا کردیا ہے اور وہ تمہیں اس زبان میں سمجھاتا ہے جسے تم سمجھ سکتے ہو۔ تو پھر تمہارے لئے راس کی بات سمجھنے اور ماننے میں) کیا عذر باقی رہ جاتا ہے؟ باقی حقیقت حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے" (انتہیٰ)

(فائدہ ۱۵) قال الامام ولی اللہ فی ذکر اصحاب الاعراف من البدور البازغۃ[1] اصحاب الاعراف علی اصناف منہم الذین لم تبلغہم الدعوۃ اصلاً مثل سکان شواھق الجبال لم یشرکوا بربہم ولم یجحدوا بہ ولم یؤمنوا انما مثلہم مثل البہائم لایتوجہون الی اللہ لانفیا ولا اثباتا انما یتوجہون الی المرافق او بلغتہم بلوغا لم ینفع من جہلہم شیئاً مثل قوم لم یفہموا لغۃ الاسلام او لم یفہموا حجتہ او نشاؤا علی ذھول[1] من تدقیق النظر انما مبلغ علمہم ان المسلمین قوم عمائمہم علی ھذا النحو قمصہم علی ھذا النحو یاکلون من ھذہ الاشیاء ویحرمون ھذہ او ھم یقاتلونا علی الملک فلابد لنا ان نقاتلہم وذالک مع عدم اشراکہم باللہ و مع کونہم مثل البہائم وان صحت امزجتہم فی الجملۃ[2] و منہم قوم نقصت عقولہم کالصبیان والمجانین والمعتوھین والسفہاء والفلاحین والارقاء ممن لایتمیز الحق عندہ من الباطل ولا یکاد ان یعرف ربہ و یعبدہ۔ مثل الماء لایقبل النقوش لضعفہ فاولئک لا یراد منہم الا ان یتشبہوا بالمسلمین

---

[1] ص ۱۲۳ س ۱۳ طبع ڈابھیل

فائدہ پانزدہم ۱۵: حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ "بدور بازغہ" میں اصحاب اعراف کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ:-

اہل اعراف کی قسمیں جو لوگ مرنے کے بعد اعراف میں جائیں گے۔ وہ کئی قسم کے ہیں:-

۱۔ مقام دعوت سے دُور بسنے والے (۱) وہ لوگ جن کو دعوتِ حق پہنچی ہی نہیں مثلاً دور دراز بلند پہاڑوں میں بسنے والے لوگ بشرطیکہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو نہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا انکار کیا ہو اور نہ کسی نبی کی امت میں باقاعدہ شامل ہوئے ہوں ان کی حالت حیوانات کی مانند ہے کہ وہ خدا کی طرف توجہ نہیں کر سکتے نہ اقرار کرنے کی شکل ہیں نہ انکار کرنے کی شکل ہیں۔ وہ صرف معاشی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ لوگ اعراف میں جائیں گے۔

غیر زبان میں تبلیغ اسلام (ب) یا ان کو پیام حق پہنچا لیکن وہ پیام اُن کی جہالت کو دُور نہ کر سکا مثلاً وہ لوگ جن کو اسلام ایسی زبان میں پہنچا جسے وہ سمجھ نہیں سکتے۔ یا اس کی دلیلوں کو نہیں سمجھ سکتے . . . . یا ان کی ذہنی تربیت ایسی ہوئی ہے کہ وہ دقتِ نظر سے کام ہی نہیں لے سکتے ان کا مبلغ علم اتنا ہی ہے کہ مسلمان ایک قوم ہیں جن کی پگڑیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے کرتے ایسے ہوتے ہیں وہ فلاں فلاں چیزیں کھاتے ہیں اور فلاں فلاں نہیں کھاتے یا وہ ایک قوم سے ہیں جن کی ہمارے ساتھ ملکی جنگیں ہوتی ہیں۔ اس لئے ہمیں بھی ان سے لڑنا پڑتا ہے ان سب باتوں کے ساتھ ان میں یہ بات بھی ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے ان کی عام حالت حیوانوں کی سی ہوتی ہے

قرآن کا ترجمہ ہر زبان میں تبلیغ کیا جانا چاہئے

ہو ناقص العقل لوگ (۲) دوسرے وہ لوگ جن کی عقلیں ناقص ہیں مثلاً بچے، پاگل، کم عقل بے وقوف دہقان اور غلام جو حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتے اور وہ تقریباً نہ رب کو پہچان سکتے ہیں نہ اس کی عبادت کر سکتے ہیں ان کی ذہنی حالت پانی کی طرح ہے جو اپنی کمزوری (سیلان) کی وجہ سے کوئی نقش قبول ہی نہیں کرتا ان لوگوں سے صرف اتنی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مشابہت پیدا کر لیں

لئلا یتفرق الکلمۃ الحقۃ یکتفی من ایمانہم مثل ما اکتفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من الجاریۃ السوداء سئلہا این اللہ؟ فاشارت الی السماء فاما المصنف الاول فیراد منہم التفہم و اثبات الحجۃ والہدایۃ۔ انتہی

(فائدہ) قال الامام ولی اللہ فی حجۃ اللہ البالغۃ[۱] باب استنباط الارتفاقات

اعلم ان الانسان یوافق ابناء جنسہ فی الحاجۃ الی الاکل و الشرب والجماع والاستظلال من الشمس والمطر والاستدفاء فی الشتاء وغیرہا

وکان من عنایۃ اللہ بہ ان الہمہ کیف یرتفق بانواع ہذہ الحاجات الہاما طبیعیا من مقتضی صورتہ النوعیۃ فلا جرم یتساوی الافراد فی ذلک الا کل مخدج عصنت مادتہ کما الہم النحل کیف تاکل الثمرات ثم کیف تتخذ بیتاً یجتمع فیہ اشخاص من بنی نوعہا ثم کیف تنقاد لیعسوبہا ثم کیف تعسل؟ وکما الہم العصفور کیف یبتغی الحبوب الغاذیۃ وکیف یرد الماء وکیف یفر عن السنور والصیاد

---

[۱] جلد اول صد ۳۸

اور احکام ظاہری کی پابندی اختیار کرلیں تاکہ مرکزی طاقت میں خلل نہ پڑے اُن کا اتنا ہی ایمان کافی ہے جتنا حبشی لڑکی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافی سمجھا چنانچہ جب آپ نے اس سے پوچھا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے آسمان کی طرف انگلی اٹھادی باقی رہے قسم اول کے لوگ تو ان سے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ دلیل کو سمجھ لیں۔"

فائدہ شانزدہم[۱۶]: حضرت حجۃ الاسلام امام ولی اللہ دہلوی "حجۃ اللہ البالغہ" کے باب استنباط الارتفاقات میں فرماتے ہیں کہ:۔

انسانی حاجتیں درحقیقت حیوانی حاجتیں ہی ہیں واضح رہے کہ انسان کھانے، پینے کی ضرورت اور تسکین جذبہ جنسی کی احتیاج اور دھوپ اور بارش سے بچنے اور سردی میں اپنے آپ کو محفوظ کرنے وغیرہ کی ضرورت محسوس کرنے کے لحاظ سے دوسرے حیوانات کے بالکل مشابہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس پر یہ بہت بڑی عنایت ہوئی ہے کہ اس نے انسان کو بطریق الہام (INSPIRARATION) بتایا کہ ان ضرورتوں کو کس طرح باسانی پورا کرے۔ یہ الہام طبعی تھا جو اسے اس کی صورت نوعیہ کے لحاظ سے حاصل ہوا (یعنی اس کی صورت نوعیہ یعنی فطرتِ انسانی کا تقاضا تھا کہ اسے یہ باتیں طبعی طور پر معلوم ہوجائیں) یہی وجہ ہے کہ ان حاجتوں کے پورا کرنے کے طریقے معلوم کرنے میں تمام افراد انسانی برابر ہیں سوائے ان افراد کے جن کی ساخت ہی ایسی ہو کہ وہ ان حاجتوں کے پورا کرنے کے طریقے معلوم نہ کرسکیں۔ افراد انسانی کو یہ طبعی الہام ویسے ہی ہوتا ہے جیسے فطرت نے شہد کی مکھی کو طبعی الہام کے ذریعے سے جو اس کی فطرت کا تقاضا تھا بتایا کہ کس طرح درختوں پر سے (زرِ گل) کھائے۔ کیسے چھتہ بنائے جس میں اس کی ہم جنس مکھیاں مل کر رہیں اور وہ سب ایک ملکہ کے ماتحت زندگی بسر کریں اور کس طرح شہد بنائیں نیز افراد انسانی کو یہ طبعی الہام ویسے ہی ہوا جیسے چڑیا کو الہام ہوا کہ کیسے غذا بخش دانے چگے اور کیسے پانی کے کنارے اتر کر پانی پیے۔ کیسے بلی اور چیر پھاڑ سے بھاگے

وكيف يقاتل من صدّه عمله يحتاج اليه وكيف يسافد ذكره الانثى عند الشبق ثم يتخذ ان عشًا عند الحبل ثم كيف يتعاونان في حضانة البيض ثم كيف يزقّان الفراخ

وكذلك لكل نوع شريعة تنفث في صدور افراده من طريق الصورة النوعية

وكذلك الهم الانسان كيف يرتفق من هذه الضرورات غير انه انضم له مع هذا ثلثة اشياء تقتضي صورته النوعية الرابية على كل نوع

احدها الانبعاث الى شيء من راى كلّى فالبهيمة انما تنبعث الى غرض محسوس او متوهم من داعية ناشئة من طبيعتها كالجوع والعطش والشبق والانسان ربما ينبعث الى نفع معقول ليس له داعية من طبعه فيقصد ان يحصل نظامًا صالحًا في المدينة او يكمل خلقه ويهذب نفسه او يتفصّى من عذاب الآخرة او يمكن جاهه في صدور الناس

الثاني انه يضم مع الارتفاق الظرافة فالبهيمة انما تبتغي ما تسد به خلتها وتدفع حاجتها فقط والانسان يريد ان تقرّ عينه وتلذ

اور کیسے اس جانور سے لڑے جو اسے کسی ضروری چیز سے روکے اور کیسے جذبۂ جنسی کے پیدا ہونے کے وقت نر و مادہ ملیں پھر کسی اونچی جگہ پہاڑ میں گھونسلہ بنائیں۔ اور پھر (جب انڈے دے چکیں تو) کیسے اُن کو سیئیں اور (جب بچے نکل آئیں تو) کیسے ان کو چوگا دیں۔

الغرض ہر ایک نوع حیوان کے لئے جداگانہ "شریعت" ہے۔ جو اس کی صورتِ نوعیہ کے ذریعے سے اس کے افراد کے سینوں میں ڈال دی جاتی ہے

انسانیت کے تین خاص نکتے ایسے ہی انسان کو الہام کیا گیا کہ ان ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کرے۔ البتہ چونکہ انسان کی فطرت عام حیوانات سے بلند تر ہے اس لئے اس کی صورت نوعیہ کے تقاضوں کے مطابق اس کے لئے تین زائد چیزیں اضافہ کر دی گئی ہیں:-

(۱) **رفاہِ عام کا تخیل** پہلا فرق رفاہ عام کے نقطۂ نگاہ سے کام کرنے پر آمادہ ہونا ہے حیوانات یا تو کسی ایسی غرض کے پورا کرنے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں جو حاجت صاف محسوس ہوتی ہو یا ایسی غرض کے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو اس کی طبیعت سے پیدا ہونے والے کسی جذبے یا داعیے کی جانب ہوتی ہو جیسے بھوک، پیاس، جذبۂ جنسی وغیرہ۔ مگر انسان اکثر ایسے منافع حاصل کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے جو اس کی عقل اس کے لئے مفید ہونے کا فتویٰ دیتی ہے اور یہ فیصلہ اس کی طبیعت کا نہیں ہوتا چنانچہ وہ کبھی شہر میں اچھا نظم پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے کبھی اپنے اخلاق کی تکمیل یا تہذیب نفس کی کوشش کرتا ہے یا مرنے کے بعد کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرتا ہے یا یہ کوشش کرتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اپنا دبدبہ بٹھائے۔

(۲) **محبِ جمال** دوسری بات یہ کہ وہ ایک ارتفاق کے ساتھ ظرافت (آراستگی) کا اضافہ کرتا ہے حیوان صرف وہ چیز حاصل کرتا ہے جس سے صرف اس کی حاجت پوری ہوتی ہو یا حاجت براری ہوتی ہو لیکن انسان چاہتا ہے کہ نہ صرف اس کی حاجت پوری ہو بلکہ اس چیز سے اس کی آنکھوں کو

نفسہ زیادۃ علی الحاجۃ فیطلب زوجۃً جمیلۃً وطعاماً لذیذاً وملبساً فاخراً ومسکناً شامخاً۔

والثالث انہ یوجد منہم اہل عقل ودرایۃ یستنبطون الارتفاقات الصالحۃ ویوجد منہم من یختلج فی صدرہ ما اختلج فی صدرہا ولٰکن لا یستطیع الاستنباط فاذا رای من الحکماء وسمع ما استنبطوہ تلقاہ بقلبہ و عض علیہ بنواجذہ لما وجدہ موافقاً لعلمہ الاجمالی

(فصل) فرب انسان یجوع ویظمأ فلا یجد الطعام والشراب فیقاسی المشدائد حتی یجد ہما فیحاول ارتفاقاً بازاء ہذہ الحاجۃ ولا یہتدی سبیلاً ثم یتفق ان یلقی حکیماً اصابہ ما اصاب ذلک فتعرف الحبوب الغاذیۃ واستنبط بذرہا و سقیہا وحصادہا ودیاسہا وتذریتہا وحفظہا الی وقت الحاجۃ واستنبط حفر الآبار للبعید من العیون والانہار واصطناع القلال والقرب والقصاع فیتخذ ذلک باباً من الارتفاق

ٹھنڈک اور نفس کو لذت بھی حاصل ہو۔ چنانچہ وہ بیوی چاہتا ہے جو حسین بھی ہو کھانا چاہتا ہے جو لذیذ بھی ہو لباس چاہتا ہے جس پر وہ فخر کر سکے اور مکان چاہتا ہے جو عالیشان ہو۔

(۳) **مادۂ ایجاد و تقلید** تیسری بات یہ ہے کہ اجتماع انسانی میں بعض اہل عقل و فہم پائے جاتے ہیں جو حاجات پوری کرنے کے اچھے سے اچھے وسائل ایجاد کرتے رہتے ہیں اور بعض ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جن کے دلوں میں بعض چیزیں خلجان تو پیدا کرتی ہیں لیکن ان کے پورا کرنے کے طریقے ایجاد نہیں کر سکتے۔ ایسے لوگ جب حکماء کو کوئی بات کرتے دیکھتے ہیں یا ان کی کسی ایجاد کا حال سنتے ہیں۔ تو اسے اپنے علم اجمالی کے مطابق پا کر اس کو دل و جان سے پسند کرتے ہیں اور اسے نہایت پختگی کے ساتھ اختیار کر لیتے ہیں

فصل

ارتفاقات کی پیدائش چنانچہ انسان کو اکثر بھوک پیاس ستاتی ہے مگر اسے کھانے پینے کو کچھ نہیں ملتا۔ وہ بہت سخت تکلیف محسوس کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کھانے پینے کی کوئی چیز پا لیتا ہے۔ اب وہ کوشش کرتا ہے کہ یہ حاجات پورا کرنے کے آسان طریقے دریافت کرے۔ مگر کوئی راہ نہیں پاتا پھر اتفاقاً کسی دانشمند سے ملتا ہے جسے کسی وقت ایسی ہی مشکل پیش آئی تھی پھر اس نے غذائی دانے دریافت کئے اور انہیں بونے آبپاشی کرنے، انہیں کاٹنے۔ گاہنے، بھوسے سے دانے الگ کرنے اور ضرورت کے وقت تک محفوظ کرنے کے طریقے معلوم کئے۔ ایسے ہی کسی حکیم نے ان لوگوں کے لئے جو چشموں اور ندیوں سے دور بستے ہیں کنویں کھودنے اور مٹکے مشکیزے، پیالے وغیرہ بنانے کے طریقے ایجاد کئے ہوں اسی طرح ایک ضرورت کے پورا کرنے کا طریقہ اختیار کر لیا جاتا ہے

(فصل) ثم انه يقضم المحبوب كما هى فلا تنهضم فى معدته ويرتع الفواكه نيئةً فلا تنهضم فيحاول شيئا بازاء هذه فلا يهتدى سبيلاً فيلقى حكيما استنبط الطبخ والقلى والطحن والخبز فيتخذ ذٰلك بابا اٰخر وقس على ذٰلك حاجاته كلها والمتبصر يشهد عنده لما ذكرنا حدوث كثير من المرافق فى البلدان بعد ما لم تكن فمضى على ذٰلك قرون ولم يزالوا يفعلون ذٰلك حتى اجتمعت جملةٌ صالحةٌ من العلوم الالهامية المؤيدة بالمكتسبة ولتثبت عليها نفوسهم وعليها كان محياهم ومماتهم

(فصل)[1] بالجملة فحال الالهامات الضرورية مع هذه الاشياء الثلثة كمثل التنفس اصله ضرورى بمنزلة حركة النبض وقد انضم معه الاختيار فى صغر الانفاس وكبرها و لما كانت هذه الثلثة لا توجد فى جميع الناس سواء لاختلاف امزجة الناس وعقولهم الموجبة للانبعاث من راى كلى ولحب الظرافة ولاستنباط الارتفاقات والاقتداء فيها و لاختلافهم فى التفرغ للنظر ونحو ذٰلك من الاسباب كان للارتفاقات حد ان

---

[1] حجة الله البالغة جلد اول ص ٣٩

فصل

ایسے ہی کسی شخص نے دانے چبائے یا کوئی کچا پھل کھالیا تو وہ ہضم نہ ہوا اس سے لامحالہ تکلیف ہوئی۔ اب اس نے کوشش کی کہ اس تکلیف کو دور کرنے کا کوئی آسان طریقہ دریافت ہو جائے لیکن اسے کوئی راہ نہ ملی۔ اس کے بعد اسے کوئی عقلمند مل گیا جس نے پکانے، بھوننے، پیسنے اور روٹی پکانے کے طریقے ایجاد کئے تھے۔ یہ اس کے لئے ایک اور راستہ بن گیا۔ ایسے ہی دوسری تمام حاجات کے متعلق قیاس کر لینا چاہئے اور عقلمند آدمی غور کرے گا تو وہ دیکھے گا کہ جیسے ہم ذکر کر چکے ہیں شہروں میں بعض ارتفاقات نہیں ہوتے پھر وہاں وہ پیدا ہو جاتے ہیں اس طرح صدیاں گزر جانے سے اس قسم کے الہامی علوم کا اچھا خاصہ مجموعہ جمع ہو جاتا ہے جو تجربے کی کسوٹی پر صحیح اترتا ہے۔ لوگ ان مرافق ـــ ارتفاقات ـــ پر عمل کرتے ہیں اور انہی پر زندگی بسر کرتے ہوئے مر جاتے ہیں۔

فصل

مختصر یہ کہ الہامات ضروری (ارتفاقات) مذکورہ بالا تین باتوں سے ساتھ مل کر انسان کے لئے ایسے ہیں جیسے مطلق سانس لینا جو نبض کی حرکت کی طرح لازم اور ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ سانس کے چھوٹا بڑا کرنے کا اختیار ہمیں حاصل ہے

اختلافِ ارتفاقات کے اسباب ظاہر ہے کہ لوگوں کے مزاج مختلف ہوتے ہیں ان کی عقل بھی ایک جیسی نہیں ہوتی کہ رائے کلی، حب جمال اور ارتفاقات کی ایجاد کرنے یا ان کی تقلید کرنے کی قابلیت یکساں ہو اور نہ ہر ایک انسان کو یکساں فراغت حاصل ہوتی ہے کہ وہ ان باتوں پر غور کر سکے ان اسباب اور اس قسم کے دیگر اسباب کی وجہ سے مذکورہ بالا تینوں خصلتیں سب انسانوں میں یکساں نہیں پائے جاتے۔

[1]الاوّل هو الذی لا یمکن ان ینفک عنه اهل الاجتماعات القاصرة کاهل البدو وسکان شواهق الجبال والنواحی البعیدة من الاقالیم الصالحة وهو الذی نسمیه بالارتفاق الاوّل

والثانی ما علیه اهل الحضر والقری العامرة من الاقالیم الصالحة المستوجبة ان ینشأ فیها اهل الاخلاق الفاضلة والحکماء فانه کثر هنالک الاجتماعات وازدحمت الحاجات وکثرت التجارب فاستنبطت سنن جزیلة وعضوا علیها بالنواجذ

والطرف الاعلی من هذا الحد ما یتعامله الملوک اهل الرفاهیة الکاملة الذین یرد علیهم حکماء الامم فیتحلون منهم سنناً صالحةً وهو الذی نسمّیه بالارتفاق الثانی

ولمّا[2] کمل الارتفاق الثانی اوجب ارتفاقاً وذلک انهم لما دارت بینهم المعاملات ودخلها الشح والحسد والمطل والتجاحد نشأت بینهم اختلافات ومنازعات وانهم نشأ فیهم من تغلب علیه الشهوات الردیئة او یجعل علی الجرأة

---

[1] ایضاً ص ۳۹ [2] ایضاً ص ۳۹

ارتفاق کی دو حدیں | اس لئے ارتفاق کی دو حدیں ہو جاتی ہیں :-

ارتفاق اول | پہلی حد تو وہ ہے جس سے کوئی چھوٹی سے چھوٹی سوسائٹی بھی خالی نہیں ہوتی مثلاً صحرائی دہات۔ پہاڑی بستیاں اور معتدل علاقوں سے دُور بسنے والے لوگ۔ اسے ہم ارتفاق اوّل قرار دیتے ہیں۔

ارتفاق دوم | شہروں میں بسنے والوں اور معتدل علاقوں کے قصبات میں بسنے والوں میں عموماً اچھے اخلاق و عادات کے لوگ اور حکماء جمع ہوا کرتے ہیں کیونکہ وہاں لوگ بہت بڑی تعداد میں جمع ہوتے ہیں اور حاجتیں زیادہ پیش آتی ہیں اور تجربے زیادہ ہوتے ہیں اس لئے وہاں اچھے اچھے طور طریقے ایجاد ہوتے رہتے ہیں اور لوگ ان پر پختگی کے ساتھ عمل پیرا ہونے لگتے ہیں اسے ہماری اصطلاح میں ارتفاق ثانی کہتے ہیں۔

اس ارتفاق ثانی کی حد اعلیٰ وہ ہے جس پر بادشاہ اور امراء یعنی رفاہیت کاملہ والے لوگ عمل کرتے ہیں جن کے پاس حکماء آتے جاتے ہیں اور وہ ان حکماءُ سے اچھے سے اچھے طریقے سیکھتے رہتے ہیں۔

ارتفاق سوم | جب ارتفاق دوم پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تو اس سے لامحالہ ارتفاق سوم پیدا ہو گیا ــــ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ جب لوگوں کے درمیان کثرت سے لین دین ہونے لگتا ہے۔ تو ان میں کنجوسی اور حسد پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اپنے قرض ادا کرنے میں سستی سے کام لینے لگتے ہیں یا بالکل انکار کر دیتے ہیں۔ اسی طرح ان میں شدید اختلافات اور جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور ایسے لوگ پیدا ہونے لگتے ہیں۔ جن پر ادنیٰ خواہشیں غالب ہوتی ہیں یا قتل اور لوٹ مار پر جری ہوتے ہیں۔

فی القتل والنهب وانهم كانت لهم ارتفاقات مشتركة النفع لا يطيق واحد منهم اقامتها او لا تسهل عليه او لا تسمح نفسه بها فاضطروا الى اقامة ملك يقضي بينهم بالعدل ويزجر عاصيهم ويقاوم جريئهم ويجبي منهم الخراج ويصرفه في مصرفه

واوجب الارتفاق الثالث ارتفاقاً رابعاً وذلك انه لما انفرز كل ملك بمدينته وجُبي اليه الاموال وانضم اليه الابطال وداخلهم الشح والحرص والحقد تشاجروا فيما بينهم وتقاتلوا فاضطروا الى اقامة الخليفة او الانقياد لمن تسلّط عليهم تسلّط الخلافة الكبرى

واعني بالخليفة من يحصل له الشوكة ما يرى معه كالممتنع ان يسلبه رجل آخر ملكه اللهم بعد اجتماعات كثيرة وبذل اموال خطيرة لا يتمكن منها الا واحد في القرون المتطاولة

ويختلف الخليفة باختلاف الاشخاص والعادات واتى امة طبائعها اشد واحد فهي احوج الى الملوك والخلفاء ممن هي دونها في الشح والشحناء ونحن نريد ان ننبهك

۔۔۔ نیز یہ بھی ہوتا ہے کہ ایسے ارتفاقات ۔ ۔ ۔ ۔ پیدا ہو جاتے ہیں کہ ایک شخص اکیلا قائم نہیں کر سکتا۔ یا ان کی اقامت ایک شخص کے لئے آسان نہیں ہوتی یا اس کا جی نہیں چاہتا کہ وہ سب کی بجائے مصیبت میں پڑے لامحالہ بادشاہ کی ضرورت پڑتی ہے جو ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلے کرے اور جو لوگ قانون شکنی کریں ان کو تنبیہ کرے اور جو جرم کرنے میں زیادہ جرأت سے کام لے۔ اسے سیدھا کرے اور خراج وصول کر کے اسے صحیح مصرف میں لگائے۔

ارتفاق چہارم ارتفاق سوم کا لازم نتیجہ ارتفاق چہارم ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ہر ایک بادشاہ اپنے اپنے شہر میں قائم ہو گیا ٹیکس جمع ہو کر اس کے پاس آنے لگے قوم کا نوجوان طبقہ اس کے ساتھ مل گیا تو ان بادشاہوں کے درمیان بخیلی۔ حرص اور کینہ پیدا ہونے لگ گیا اور وہ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ بلکہ جنگ تک نوبت پہنچ گئی۔ اب خواہ مخواہ ضرورت پیش آئی کہ ان بادشاہوں کے اوپر ایک خلیفہ قائم ہو یا کوئی ایسا شخص ان پر مسلط ہو جس کی وہ اسی طرح اطاعت کریں۔ جیسے خلافت کبریٰ کی اطاعت کی جاتی ہے

خلیفہ سے میری مراد وہ شخص ہے جسے ایسی شوکت اور دبدبہ حاصل ہو جس کے ہوتے ہوئے یہ ناممکن ہو کہ کوئی دوسرا شخص اس سے اس کی بادشاہی چھین لے سوائے اس کے کہ کوئی شخص بہت ہی زبردست اجتماع پیدا کرلے اور بے شمار مال و دولت خرچ کر سکے جو صدیوں میں شاید کسی سے ممکن ہو۔

قومی مزاج اور خلافت خلیفہ بھی ویسا ہی ہونا چاہئے جیسا اجتماعی مزاج اور عادات ہوں مثلاً جس گروہ کی عادتیں سختی پسند اور حدت والی ہوں اسے جو خلیفہ یا بادشاہ درکار ہے وہ اس سے مختلف ہو گا جو ایک نجل اور بغض پسند قوم کے لئے ہونا چاہئے ہم چاہتے ہیں کہ ان ارتفاقات کے اصول سے تمہیں آگاہ کریں۔

علی اصول هذه الارتفاقات كما اوجبه عقول الامم الصالحة ذوی الاخلاق الفاضلة واتخذوه سنة مسلمة لا يختلف فيها اقاصيهم ولا ادانيهم انتهى

فائدہ :- قال فی البدور البازغة :-

فصل فی بیان حقائق الارتفاقات الاربعة بالاجمال واستخراج اقسامها

من عناية الرحمٰن بنوع الانسان ان اودع فيهم دواعی الاكل والشرب كی يتقوم بهما ابدانهم ودواعی الجماع كی ينتظم بها التناسل فيبقى النوع الى زمان انقضائها و ان اوحی اليهم اتخاذ المساكن والرفقاء والانسان متوارد بنی جنسه على تلك الحاجات مع ما جبل عليه من ترفع و زيادة فی كل خلق فانجبارها بان يتخذ كل ما دعا اليه دواعيه حسب ما يناسب نوعه هو الارتفاق الاول كالزرع والاستعانة وكالكلام المقطع وكتعيين امرأة لا يزاحمه فيها احدٌ ثم انه تركبت اخلاق الانسان وعلومه المجبول عليها و علومه التی اقتضاها بالتجربة والظرافة والترفه والرای الكلی بالارتفاق الاول۔

یہ وہ اصولِ ارتفاقات ہیں جو بلند اخلاق صالح اقوام کی عقلوں نے تجویز کئے ہیں۔ اور جنہیں ان اقوام نے بطور رسم پختگی کے ساتھ اختیار کر لیا۔ ان سے کوئی چھوٹا بڑا شخص اختلاف نہیں کرتا۔

فائدہ بغدہم ۱۷؎ حضرت امام ولی اللہ دہلوی رح "بدور بازغہ" میں رقمطراز ہیں کہ:۔

"بدور بازغہ" میں بحث ارتفاقات | فصل: ارتفاقات اربعہ کا مختصر بیان اور اس امر کا بیان کہ ان کی قسمیں کس طرح بنتی ہیں:

خداوند رحمٰن کا بنی نوع انسان کے متعلق خاص ارادہ ہوا کہ اس نے ان میں کھانے پینے کی احتیاجات رکھیں تاکہ ان دونوں سے ان کے بدن بنیں اور ان میں جذبہ جنسی رکھا تاکہ اس کے ذریعے سے نسل بڑھے اور اس کی نوع پورے زمانے کے گزرنے تک باقی رہے۔ اللہ تعالیٰ کی انکے متعلق یہ بھی ارادہ ہوا۔ کہ اس نے انسان کو رہنے سہنے اور گرمی سردی سے بچنے کے لئے مسکن بنانا الہام کیا تمام افرادِ انسانی باوجودیکہ وہ انفرادی طور پر اخلاق میں ایک دوسرے سے کمی یا زیادتی رکھتے ہیں بایں ہمہ ان حاجات میں سب برابر ہیں۔

ارتفاق اول | ان حاجات کو انسانی نوع کی مناسبت کے اعتبار سے ان کے داعیے کے مطابق پورا کرنا ارتفاق اول کہلاتا ہے مثلاً کھیتی باڑی کرنا دوسرں سے مدد طلب کرنا۔ لفظوں کو جوڑ کر بات کرنا۔ زوجہ کا معین کرنا کہ کوئی اور شخص اس تعلق میں دخل نہ دے۔

ارتفاق دوم | اس کے بعد انسان کے اخلاق اور اس کے جبلی علوم اور وہ علوم جو اس نے تجربہ سے حاصل کئے اور حب جمال اور نزاکت پسندی اور ان سے کلی ارتفاقِ اول کے معمولات کے ساتھ ترکیب پانے لگے۔

فامتلأت الصورة حاجة الى ان يمهد الارتفاق الاول على اوضاع تناسب هذه الامور حتى انه لو لم يمهد عليها كانت فيه خزازة وانجام نفس وتالم بحسب عدم مصادفة النفس ما يوافقه بحسب هذه الامور فانجبار هذه الحاجة هو الارتفاق الثاني ولا يتجرد له النفس الا اذا تخلصت عن الجوع والعطش والشبق وسائر ما يحوجه بالاضطرار الى الارتفاق الاول والثاني

والارتفاق الثاني ينحصر علومه بالاستقراء في حكم خمس: حكمة معاشية وحكمة اكتسابية وحكمة منزلية وحكمة تعاملية وحكمة تعاونية

ثم[1] انضم هذه الاصول من الارتفاق الثاني باخلاق الانسانية الصالحة والطالحة فحدثت حاجة اخرى فانجبرت بالارتفاق الثالث وذلك ان الانسان بحسب هذه الاصول وجب عليه التمدن اذ حقيقة المدينة ليست السور والاسواق والعمارات الرفيعة وانما هي نوع ارتباط بين جماعات من الانسان وقد اوجبت هذه الاصول الارتباط بالضرورة والجماعات بحسب تلك المعاونات والمعاملات صارت شخصا واحدا

[1] ايضا ص ۵

اور صورت ایسی پیدا ہونے لگی کہ ارتفاق اول کی بنیاد ایسے اوضاع پر رکھی جانے لگی جو مذکورہ بالا امور کے موافق ہوں۔ یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ یہ محسوس کیا جانے لگا کہ ارتفاق اول کا جو معمول ان امور پر مبنی نہ ہو اس میں ایک قسم کی کمی پائی جاتی ہے اور نفس اسے قبول کرنے سے انکار کرتا ہے اور کدورت یا تکلیف محسوس کرتا ہے کیونکہ نفس کا یہ خاصہ ہے کہ جو چیز ان امور کے موافق نہ ہو اسے قبول نہیں کرتا۔ اس حاجت کا پورا کرنا ارتفاق دوم کہلاتا ہے لیکن نفس انسانی اس درجۂ ارتفاق کو پوری توجہ اور انہماک سے حاصل نہیں کر سکتا، جب تک وہ بھوک، پیاس اور جذبہ جنسی اور ارتفاق اول کی دوسری اضطراری حاجات سے فارغ نہ ہو لے

ارتفاق دوم کے علوم پانچ حکمتوں میں منحصر ہیں:۔

حکمت معاشیہ، حکمت اکتسابیہ، حکمت منزلیہ، حکمت تعاملیہ اور حکمت تعاونیہ

ارتفاق سوم اس کے بعد ارتفاق دوم کے یہ اصول انسانیت کی اچھی یا بری حالت کے ساتھ جمع ہوئے تو ایک اور حاجت پیدا ہو گئی جس کے پورا ہونے کا نام ارتفاق سوم ہے

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ان اصول کے مطابق انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ شہر بنا کر رہیں۔ شہر کی حقیقت اس کی فصیل، بازار اور اونچی عمارتیں نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد وہ ربط اور تعلق ہے جو مختلف اجتماعات انسانی میں پیدا ہو جاتا ہے چنانچہ مذکورہ بالا اصول لامحالہ انسانی جماعتوں کے درمیان ربط اور تعلق لازم قرار دیتے ہیں اور ان کے باہمی ربط اور ایک دوسرے کی مدد کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ لین دین کرنے کی وجہ سے رفتہ رفتہ وہ شخص واحد کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

له وحدة معنوية وله صحة ومرض اما الاسباب خارجية

واما الاسباب داخلية فلابد للمدينة من طبيب

يحفظ الصحة ما استطاع ويعالجه اذا مرضت والطبيب

هو الامام باعوانه فهذا هو الارتفاق الثالث

فصل ثم لما انضم اصول هذا الارتفاق بالطبائع

الانسانية حدثت حاجة أخرى فانجرت بالارتفاق الرابع

وذلك ان المدن الكثيرة لم تخل من فساد ومقاتلات

ومشاجرات وحقد وامراض لا يتيسر لها العلاج في

نفسها فاحتاجوا الى طبيب واحد للكثرات فهذا

هو الارتفاق الرابع۔

فالارتفاق الاول مبني على ارتفاق البهائم فزاد عليه[له]

بصفاء واتصال ولطافة وظرافة كمثل ابتناء المعادن

على البسائط والثاني مبني على الارتفاق الاول فزاد عليه

صفاء وصلابة ولطافة وظرافة كمثل ابتناء النبات

على المعادن والثالث مبني على الارتفاق الثاني كمثل ابتناء

الحيوان على النبات والرابع مبني على الارتفاق

الثالث كمثل ابتناء الانسان على الحيوان

له ايضاً منه

یہ وحدت معنوی ہوتی ہے۔ اور اب "یہ شخص" یعنی شہر بھی کبھی تندرست ہوتا ہے اور کبھی بیمار۔ اور اس کی بیماری کے اسباب کبھی اندرونی ہوتے ہیں کبھی بیرونی لامحالہ شہر کے لئے ایک ایسے ڈاکٹر کی ضرورت ہے جو حتی الامکان اس کی صحت قائم رکھے اور اگر وہ "بیمار" پڑ جائے۔ تو اس کا علاج معالجہ کرے۔ یہ طبیب کون ہے؟ وہ امام اور اس کے ساتھیوں کا مجموعہ ہے اسے ارتفاق سوم کہتے ہیں

فصل

ارتفاق چہارم | اب ارتفاق سوم کے اصول کو انسانوں کی عام طبیعتوں کے ساتھ ملاؤ تو ایک اور ضرورت پیش آجاتی ہے اس کے پورا کرنے کا نام ارتفاق چہارم ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ جب شہروں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ تو ان کے مابین فساد، خونریزیاں، جھگڑے، کینے وغیرہ امراض پیدا ہو جاتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ شہر خود تو ان بیماریوں کا علاج نہیں کر سکتے۔ اس لئے ایک طبیب الاطباء کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک ایسے وجود کی حاجت ہوتی ہے جس میں ان سب شہروں کی کثرت مل کر ایک ہو جائے (یعنی ایک ایسے مرکزی نظام کی ضرورت ہے جس کے ماتحت یہ سب شہر مل کر ایک قانون کے ماتحت زندگی بسر کریں) یہ ارتفاق چہارم ہے

ارتفاقات کی بنیاد | ارتفاق اول اصل میں حیوانی زندگی ہی کی ایک شکل ہے جس میں قدرے صفائی، اتصال، لطافت اور آراستگی پیدا ہو گئی ہے اس کی مثال یوں سمجھو جیسے ذرات سے مل کر مادے کی مختلف شکلیں بن گئیں ارتفاق دوم ارتفاق اول پر مبنی ہے جس میں صفائی پختگی، لطافت اور جمال پیدا ہو جانے سے یہ پیدا ہو گیا ہے جیسے بے جان مادے سے اوپر کی منزل میں نباتات کا ظہور ہوا اور ارتفاقات کی تیسری منزل اس کی دوسری منزل پر مبنی ہے جیسے نباتات سے ترقی پا کر حیوانات بن گئے اور ارتفاقات کی چوتھی منزل ارتفاقات کی تیسری منزل پر مبنی ہے جیسے انسان حیوان ہی کی ترقی یافتہ شکل ہے۔

واعلم ان الارتفاق الاول مندرج تحت ارتفاق البهائم والفرق بينهما فرق اجمال وتفصيل وهكذا الثاني بالنسبة الى الاول وهلم جرا۔

واذا نحن امعنّا في تصوير هذه الارتفاقات باحكامها وعلومها فلا تغفلن عن نكتتين احدهما انا نذكر صورة ولا نريدها بخصوصها بل اياها وما يماثلها ويقاربها بما يصحح القواعد الكلية التي علمناها وتختلف بحسب علوم كل قوم وعاداتهم بعد دخولها تلك القواعد والثانية ان ميزان الارتفاق الاول هو حاجة كل محتاج من بني آدم من قبل طباعه وميزان الثاني هذا الارتفاق الاول مع العلوم التجاربية والاخلاق الصحيحة وعلى هذا القياس[۱]

(فائدہ ۳۸) قال الامام ولي الله في حجة الله البالغة[۲]

اعلم ان الارتفاقات لا تكاد تخلو عنها مدينة من الاقاليم المعمورة ولا امة من الامم اهل الامزجة المعتدلة والاخلاق الفاضلة من لدن آدم عليه السلام الى يوم القيمة واصولها مسلمة عند الكل قرنا بعد قرن وطبقة بعد طبقة لم يزالوا ينكرون

[۱] ایضاً ص ۴۱ [۲] جلد اول ص ۴۲ س ۸۱

واضح رہے کہ ارتفاق اول ارتفاق حیوانی ہی کی ذیل میں آتا ہے۔ فرق صرف تفصیل اور اجمال کا ہے۔ یہی نسبت ارتفاق دوم کی اول سے اور سوم کی دوم سے اور چہارم کی سوم سے ہے۔

ارتفاقات میں اتحادِ اقوام ان ارتفاقات کے احکام اور علوم کی تصویر پر غور کرتے ہوئے دو باتیں فراموش نہیں کردینی چاہئیں ایک تو یہ کہ ہم ارتفاق کی کوئی شکل بیان کریں تو اس سے ہمیشہ وہ مخصوص شکل مراد نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ خاص شکل بھی مراد ہوگی اور اسی قسم کی اور شکلیں بھی جو اس کے مشابہ اور قریب ہوں جن پر وہ قواعد کلیہ جو ہم سکھا رہے ہیں صادق آتے ہوں۔ کیونکہ ایک ہی ارتفاق مختلف اقوام میں ان کے علوم اور عادات کے مطابق مختلف شکلیں اختیار کرلیتا ہے۔ بایں ہمہ وہ سب شکلیں قاعدۂ کلی کے ماتحت آجاتی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ارتفاق اول کا معیار وہ حاجتیں ہیں۔ جو تمام انسان طبعی طور پر محسوس کرتے ہیں۔ اور ارتفاق دوم کا معیار یہ ابتدائی طبعی حاجتیں مع علوم تجربی اور اخلاق صحیحہ ہیں۔ علی ہذا القیاس

فائدہ ہژدہم [۱۸]

حضرت امام ولی اللہ دہلوی رح حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ:۔

ارتفاقات تمام اقوام میں پائے جاتے ہیں واضح رہے کہ انسانی آبادی کا کوئی شہر اور دنیا کی معتدل مزاج عمدہ اخلاق اقوام میں سے کوئی قوم حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک ان ارتفاقات سے خالی نہیں رہ سکتی۔ اور ان کے اصول ان اقوام میں ہر زمانے اور ہر طبقے میں مسلّم رہے ہیں۔ بلکہ جو شخص ان اصول سے روگردانی کرے اس کی سخت مخالفت

على من عصاها اشد نكير ويرونها امورا بديهيّةً
من شدة شهرتها.

ولا يصدنك عما ذكرنا اختلافهم في صور الارتفاقات
وفروعها فانهم اتفقوا مثلاً على ازالة نتن الموتى وستر
سوآتهم ثم اختلفوا في الصور فاختار بعضهم الدفن
في الارض وبعضهم الحرق بالنار ولا يصدنك ايضاً
مخالفة طائفتين احدهما البلة الملتحقون بالبهائم
ممن لايشك الجمهور ان امزجتهم ناقصة وعقولهم مخدجة
وصاروا يستدلون على بلادتهم بما يرون من
عدم تقييدهم انفسهم بتلك القيود والثانية
الفجّار الذين لو تصحح ما في قلوبهم ظهر انهم
يعتقدون الارتفاقات لكن تغلب عليهم فيعصونها
شاهدين على انفسهم بالفجور ....

... يزنون ببنات الناس واخواتهم ولو زني ببناتهم
واخواتهم كادوا يتميزون من الغيظ و
يعلمون قطعاً ان الناس يصيبهم ما
اصاب اولاء وان اصابة هذه الامور

کی جاتی ہے۔ یہ اصول اقوام عالم میں اتنے شہرت پزیر ہو چکے ہیں کہ اب یہ جملہ اقوام کے نزدیک ایسے امور کا درجہ حاصل کر چکے ہیں جن کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہوتی

اصول و فروع ارتفاقات ہم نے جو اصول بیان کئے ہیں ان کے تسلیم کرنے میں ارتفاقات کی صورتوں اور شناختوں کے باہمی ظاہری اختلاف مانع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اصولی سب کا اتحاد ہے مثلاً مُردوں کی بدبو کو دور کرنے اور ان کی برہنگی کے چھپانے پر سب کا اتفاق ہے اس کے بعد ان اصولوں کو عملی شکل میں لانے کی مختلف صورتیں اختیار کی گئی ہیں۔ مثلاً مُردے کی لاش کو ٹھکانے لگانے کے لئے کسی قوم نے دفن کرنا اختیار کر لیا کسی نے آگ میں جلانا

مخالفین ارتفاقات کی حیثیت نیز دو قسم کے انسان ان اصول ارتفاقات کی مخالفت کر سکتے ہیں۔ ان کی مخالفت بھی ان اصول کے تسلیم کرنے میں سدراہ نہیں ہو سکتی

اوّل تو وہ ناسمجھ لوگ جو عقل و دانش کے اعتبار سے حیوانوں کے قریب ہیں سب لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کے مزاج ناقص اور عقلیں بگڑی ہوئی ہیں۔ ان لوگوں کی کم عقلی پر تمام دنیا اس بات ہی سے استدلال کرتی ہے کہ یہ ناسمجھ لوگ ان اصول ارتفاقات کے پابند نہیں ہیں۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو جان بوجھ کر ان اصول کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان لوگوں کی ذہنیت کا تجزیہ کیا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ لوگ ارتفاقات کے تو قائل ہیں لیکن ان پر نفسانی خواہشیں غالب آجاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ ان کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اس طرح خود اپنے مجرم ہونے کی شہادت دیتے ہیں مثلاً ایک طرف تو وہ دوسروں کی بہن اور بیٹی سے بدکاری کرتے ہیں لیکن کوئی دوسرا اُن کی بہن اور بیٹی سے اسی فعل بد کا ارتکاب کر بیٹھے تو وہ غیظ و غضب کے مارے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ کسی نے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا ہے۔ جو وہ خود دوسروں سے کرتے ہیں۔ یہ لوگ یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ یہ کام شہری زندگی

مخلۃ بانتظام المدینۃ لکن یعصیہم الھوی وکذلک الکلام فی السرقۃ والغصب وغیرھما انتہیٰ۔

(فائدہ علمیہ) قال الامام ولی اللہ فی حجۃ اللہ البالغۃ[1]

ولا ینبغی ان یظن انھم (الامم من بنی آدم) اتفقوا علی ذلک من غیر شیٔ بمنزلۃ الاتفاق علی ان تغذی بطعام واحد اھل المشارق والمغارب کلھم وھل سفسطۃ اشد من ذلک؟ بل الفطرۃ السلیمۃ حاکمۃ بان الناس لم یتفقوا علیھا مع اختلاف امزجتھم وتباعد بلدانھم وتشتت مذاھبھم وادیانھم الا لمناسبۃ فطریۃ منشعبۃ من الصورۃ النوعیۃ فی امزجۃ الافراد

(فصل) ولو ان انسانا نشأ ببادیۃ نائیۃ عن البلدان ولم یتعلم من احد رسما کان لہ لاجرم حاجات من الجوع والعطش والغلمۃ واشتاق لامحالۃ الی امرأۃ ولابد عند صحۃ مزاجھما ان یتولد بینھما اولاد وینضم اھل ابیات وینشأ فیھم معاملات فینتظم الارتفاق الاول عن آخرہ ثم اذا کثروا فلابد ان یکون فیھم اھل اخلاق فاضلۃ تقع فیھم وقائع توجب سائر الارتفاقات واللہ اعلم۔ انتھیٰ

[1] جلد دوم ص ۱۰۵

کے نظام میں خلل انداز ہیں۔ لیکن خواہشات نفسانی ان کو اندھا کر دیتی ہیں چوری چکاری اور غضب وغیرہ کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہئیے۔

فائدہ نوزدہم ۱۹ حضرت حکیم الہند امام ولی اللہ دہلوی رح حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔ کہ:۔

ارتفاقات پر اصولی اتحاد کیوں ہے؟ یہ خیال غلط ہے کہ تمام اقوام عالم نے اصولی ارتفاقات پر یونہی اتفاق کر لیا ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے مشرق اور مغرب کے لوگ ایک کھانے پر اتفاق کر لیں۔ کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی غلط استدلال ہو سکتا ہے؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ فطرت سلیمہ یہ فیصلہ کرتی ہے کہ تمام اقوام نے ان اصول وارتفاقات پر اپنے مزاجوں کے اختلاف بستیوں کی دوری اور مذاہب اور ادیان کے مختلف ہونے کے باوجود جو اتفاق کیا ہے تو یہ اس مناسبت فطری کے باعث ہے جو تمام افراد کے مزاجوں میں صورت نوعیہ کی طرف سے آئی ہے

فصل

اگر کوئی انسان کسی دور دراز بیابان میں پرورش پائے اور کسی سے کوئی رسم نہ بھی سیکھے تو بھی اسے بھوک، پیاس اور جذبہ جنسی کا احساس ضرور ہوگا اور اسے بیوی کی حاجت ہوگی۔ اگر ان دونوں کی صحت مزاجی قائم ہے تو لامحالہ ان سے اولاد بھی ہوگی۔ اور پھر آگے بڑھ کر خاندان کے خاندان آپس میں مل کر رہیں گے۔ تو ان میں معاملات بھی ہوں گے۔ اس طرح ارتفاق اول کی منزل ابتداءً پوری ہو جائے گی پھر اگر ان کی آبادی اور بڑھی تو لازماً ان میں اہل اخلاق فاضلہ پیدا ہوں گے اور ایسے واقعات یقیناً پیش آئیں گے کہ ارتفاقات کی سب منزلیں یکے بعد دیگرے طے ہو جائیں۔

(فائدہ ۲) قال الامام ولی اللہ فی حجۃ اللہ البالغۃ

واعلم انہ اذا اجتمع عشرۃ آلاف انسان مثلاً فی بلدۃ فالسیاسۃ المدنیۃ تبحث عن مکاسبہم فانہم ان کانوا اکثرہم مکتسبین بالصناعات وسیاسۃ البلدۃ والقلیل منہم مکتسبین بالرعی والمزارعۃ فسد حالہم فی الدنیا

وان تکسبوا بعصارۃ الخمر وصناعۃ الاصنام کان ترغیبا للناس فی استعمالہا علی الوجہ الذی شاع بینہم فکان سببا لھلاکہم فی الدین

فان وزعت المکاسب واصحابہا علی الوجہ المعروف الذی تعطیہ الحکمۃ وقبض علی ایدی المکتسبین بالاکساب القبیحۃ صلح حالہم

وکذلک من مفاسد المدن ان ترغب عظماءہم فی دقائق الحلی واللباس والبناء والمطاعم وغید النساء ونحو ذلک زیادۃ علی ما تعطیہ الارتفاقات الضروریۃ التی لابد للناس منہا واجتمع علیہا عربہم وعجمہم فیکتسب الناس بالتصرف فی الامور الطبیعۃ لتتاتی منہا شہواتہم فینصب قوم الی تعلیم الجواری للغناء والرقص والحرکات

فائدہ بستم

حجۃ اللہ فی الارض امام ولی اللہ دہلویؒ "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرماتے ہیں۔ کہ:-

شہری زندگی کی تباہی کے اسباب

(۱) پیشوں کی غلط تقسیم

واضح رہے کہ جب کسی شہر میں باشندوں کی تعداد مثلاً دس ہزار ہوجائے تو سیاست مدنیہ ان کے پیشوں سے بحث شروع کرتی ہے۔ کیونکہ اگر اس آبادی کا بیشتر حصہ صنعت وحرفت اور نوکری چاکری میں لگ جائے اور مویشی کی پرورش اور زراعت میں مشغول لوگوں کی تعداد کم رہ جائے تو اس سوسائٹی کی دنیاوی حالت تباہ ہوجائے گی۔ اگر لوگ شراب کشی اور بت سازی کا پیشہ اختیار کرلیں تو لوگ خواہ مخواہ ان کا استعمال شروع کردینگے اور یہ امران کی دینی زندگی کی بربادی کا موجب ہوگا پس اگر پیشے اور پیشہ ور لوگ حکمت کے مطابق تقسیم ہوجائیں اور پیشہ وروں کو قبیح پیشوں سے روک دیا جائے تو سوسائٹی کی حالت اچھی ہوجائے گی

(۲) عیش پسندی کی ترویج

ایسے ہی شہری زندگی کی بربادی کے اسباب میں سے یہ ہے کہ شہری بڑے لوگ اتفاقات ضروریہ سے آگے بڑھ کر جن پر تمام دنیا کی اقوام کا اتفاق ہوچکا ہے۔ عمدہ زیورات نفیس لباس شاندار عمارات، لذیذ طعام اور عورتوں کے حسن وغیرہ کے پیچھے پڑجائیں گے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ لوگ وہی پیشے اختیار کرلیں گے جو امراء کی خواہشیں پوری کرسکیں مثلاً بعض لوگ دوشیزہ لڑکیوں کو ناچ گانے کی تعلیم دینے لگیں گے اور بعض انہیں بدن کی ایسی حرکات سکھانے لگیں گے۔ جن کے دیکھنے سے دیکھنے والے کو لطف ولذت محسوس ہو، بعض لوگ

المتناسبة اللذيذة وآخرون الى الالوان المطربة فى
الثياب وتصوير صور الحيوانات والاشجار العجيبة والتخاليط
الغريبة فيها وآخرون الى الصناعات البديعة فى
الذهب والجواهر الرفيعة وآخرون الى الابنية الشامخة
وتخطيطها وتصويرها فاذا اقبل جم غفير منهم الى هذه
الاكساب اهملوا امثالها من الزراعات والتجارات واذا
انفق عظماء المدينة فيها الاموال اهملوا امثالها من
مصالح المدينة وجر ذلك الى التضييق على القائمين
بالاكساب الضرورية كالزراع والتجار والصناع
وتضاعف الضرائب عليهم وذلك ضرر بهذه
المدينة يتعدى من عضو منها الى عضو حتى يعم
الكل ويتجارى فيها كما يتجارى الكلب فى بدن المكلوب
[وهذا شرح تضررهم فى الدنيا واما تضررهم بحسب
الخروج الى الكمال الاخروى فغنى عن البيان وكان
هذا المرض قد استولى على مدن العجم فنفث الله
فى قلب نبيه صلى الله عليه وسلم ان يداوى هذا
المرض بقطع مادته فنظر رسول الله صلى الله عليه وسلم

کپڑوں کے رنگنے اور ان پر حیوانات اور مناظر طبعی کی تصویریں بنانے اور عجیب و غریب نقاشی کرنے میں تخصیص پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ بعض لوگ سونے چاندی اور بیش قیمت جواہرات کی صنعتیں اختیار کرلیں گے بعض لوگ بلند اور شاندار مکانات، کوٹھیاں اور محلات تعمیر کرنے کا پیشہ اختیار کرلیں گے اور بعض ان میں طرح طرح کی نقاشی میں کمال پیدا کرلیں گے۔

ان کے نتائج جب سوسائٹی کا بیشتر حصہ ان پیشوں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ تو زراعت اور تجارت کے بنیادی پیشے یونہی رہ جاتے ہیں، اور جب شہر کے بڑے بڑے لوگ اپنا مال و دولت ان عیاشیوں میں صرف کرنے لگتے ہیں تو سوسائٹی کی اصلی ضرورتیں رہ جاتی ہیں۔ اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ ضروری، در بنیادی پیشوں مثلاً زراعت، تجارت اور صناعت میں مصروف ہوتے ہیں وہ تنگ حال ہوجاتے ہیں اور ان پر ٹیکسوں کی بھرمار ہوجاتی ہے

شہر کو جب یہ بیماری لگتی ہے تو اس کا اثر اس کے تمام اعضا تک پہنچ جاتا ہے یہاں تک کہ سارا شہر بیمار پڑ جاتا ہے اور یہ مرض اس کے "بدن" میں اس طرح پھیل جاتا ہے جس طرح کتے کے کاٹے کے مریض میں کتے کا زہر۔

[یہ تو دنیاوی نقصان کا بیان تھا۔ باقی رہا وہ نقصان جو انسان کو اخروی کمال حاصل نہ ہونے سے پہنچتا ہے۔ تو وہ ناقابل بیان ہے۔

ایران کی مثال عجمی شہروں میں یہی مرض پھیل چکا تھا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل میں ڈالا کہ اس مرض کا علاج اس کا مادہ کاٹ پھینکنے سے کرے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو غور سے دیکھا جن میں یہ خرابیاں پائی جاسکتی ہیں یا جو ان خرابیوں کے پیدا ہونے کا سبب بن سکتی ہیں مثلاً گانے والی لڑکیاں

الی مظان غالبیتہ ھذہ الاشیاء کالقنیات والحریر و القسی وبیع الذھب بالذھب متفاضلا لاجل الصیاغات اوطبقات اصنافہ ونحو ذالک فنھی عنہا۔[1]

رفائدہ عظیمہ[2] قال الامام ولی اللہ فی حجۃ اللہ البالغۃ[2]

اعلم ان العجم والروم لما توارثوا الخلافۃ قرونا کثیرۃ وخاضوا فی لذۃ الدنیا ونسوا الدار الآخرۃ واستحوذ علیھم الشیطان تعمقوا فی مرافق المعیشۃ وتباھوا بھا ورد علیھم حکماء الآفاق یستنبطون لھم دقائق المعاش و رافقہ فما زالوا یعملون بھا ویزید بعضھم علی بعض ویتباھون بھا حتّٰی قیل انھم کانوا یعیرون من کان یلبس من صنادیدھم منطقۃً اوتاجًا قیمتھا دون مأۃ الف درھم اولا یکون لہ قصر شامخ وآبزن وحمام وبساتین ولا یکون لہ دواب فارھۃ وغلمان حسان ولا یکون لہ توسّع فی المطاعم وتجمل فی الملابس

---

[1] الاضافۃ من المرتب۔ [2] جلد اول ص ۱۰۵

ریشم۔ سونے کے زیورات یا برتن اور کھوٹا سونا زیادہ مقدار میں دے کر کھرا سونا خریدنا تاکہ صاف کر کے اعلیٰ درجے کا سونا حاصل کیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب باتیں منع فرمادیں۔]

فائدہ لبست وہکم ۲۱

حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔ کہ :۔

ایرانی سوسائٹی کی بربادی کے اسباب پر تفصیلی نظر

واضح رہے کہ جب ایرانیوں اور رومیوں کو اپنی بین الاقوامی حکومت چلاتے صدیاں گزر گئیں اور دنیوی تعیش کو انہوں نے اپنی زندگی اصل بنا لیا اور یہ بھلا بیٹھے کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو کر کسی اعلیٰ طاقت کے آگے اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہے اور ان پر ان کے شیطانی نفس غالب آگئے تو انہوں نے یہ وطیرہ اختیار کر لیا۔ کہ عیش پرستی میں گہری سے گہری باتیں سوچیں اور پھر عیاشی کی زندگی پر اترائیں۔ چنانچہ دنیا بھر کے عقلمند حکمدان کے درباروں میں آنے جانے لگے جو ان کے لئے عیاشی کی زندگی بسر کرنے کے نہایت پُرتکلف طریقے ایجاد کرتے تھے وہ ایسا ہی کرتے رہے اور ایک دوسرے پر گوئے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے رہے۔ اور اپنی عیاشیوں اور عیش پرستیوں پر فخر کرتے رہے یہاں تک کہ ان امراء اور سرمایہ داروں کا یہ حال ہو گیا کہ جس کسی کے پاس ایک لاکھ درہم سے کم مالیت کا ٹیکا یا ٹوپی ہوتی تھی اسے بخیلی کا عار دلایا جاتا تھا ایسے ہی انہوں نے عالی شان سربفلک محل آبزن اور حمام بے نظیر پائیں باغ، سواری کے نمائشی جانور، خوبصورت غلام اور حسین باندیاں اپنی زندگی کے لئے لازم قرار دے دیں اور زندگی کی ضرورت اصلی اسے ہی سمجھ لیا کہ صبح و شام عیش و نشاط کی محفلیں ہوں جن میں طرح طرح کے کھانے بیسیوں دسترخوانوں پر چنے ہوں اور خود لباس فاخرہ

وذکر ذلک یطول وما تراہ من ملوک بلادک یغنیک عن حکایاتهم

(فصل) فدخل کل ذلک فی اصول معاشهم وصار لا یخرج من قلوبهم الا ان تمزع وتولد من ذلک داء عضال دخل فی جمیع اعضاء المدینة وآفة عظیمة لم یبق منهم احد من اسواقهم ورستاقهم وغنیهم وفقیرهم الا قد استولت علیه واخذت تلابیبه واعجزته فی نفسه واهاجت علیه غموما وهموما لا ارجاء لها وذلک ان تلک الاشیاء لم تکن تحصل الا ببذل اموال خطیرة ولا تحصل تلک الاموال الا بتضعیف الضرائب علی الفلاحین والتجار واشباههم والتضییق علیهم فان امتنعوا قاتلوهم وعذبوهم وان اطاعوا جعلوهم بمنزلة الحمیر والبقر لیستعمل فی النضح والدیاس والحصاد ولا تقتنی الا لیستعان بها فی الحاجات ثم لا تترک ساعة من العناء حتی صاروا لا یرفعون رؤسهم الی السعادة الاخرویة اصلا ولا یستطیعون ذلک و

اٹھارہویں صدی عیسوی کی دہلی کی حالت غرض ان ملوک ایران و روم کی داستان یا ستان کہاں تک بیان کی جائے؟ تم اپنے زمانے کے بادشاہان دہلی کی جو حالت دیکھتے ہو۔ وہی ان ملوکِ ایران و روم کی حالت کے قیاس کرنے کے لئے کافی ہے

ان ملوک و امراء کی زندگی کے یہ طور طریقے رفتہ رفتہ عوام کے نظام معاشی کے اصل اصول بن گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ سوسائٹی میں سے ان خرابیوں کا استیصال ناممکن ہو گیا اور اس کی یہی ایک صورت باقی رہ گئی کہ ممکن ہو تو یہ چیزیں لوگوں کے دلوں میں سے کھرچ کر نکال ڈالی جائیں

بادشاہوں اور امیروں کی اس عیاشانہ زندگی سے سب سے خطرناک امراض پیدا ہو گئے جو حیات معاشری (SOCIAL LIFE) کے ہر شعبے میں داخل ہو گئے اور یہ حالت ایسی ہمہ گیر ہو گئی کہ وبا کی طرح ساری مملکت میں سرایت کر گئی اور اس سے نہ بازاری بچا نہ دہاتی، نہ امیر محفوظ رہا نہ غریب۔ یہاں تک کہ ہر شخص اس کی خرابیاں دیکھ کر مگر علاج نہ پا کر عاجز آ گیا اور بے حد نہایت مالی مصائب میں مبتلا ہو گیا۔

ٹیکسوں کی بھرمار اس ہمہ گیر اقتصادی مصیبت کا سبب یہ تھا، کہ یہ سامان عیش و عشرت کثیر مال و دولت صرف کئے بغیر حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ اور مال خطیر کاشتکاروں اور تاجروں وغیرہ پر نئے ٹیکس لگانے اور پہلے کے لگے ہوئے ٹیکس بڑھانے کے سوا حاصل نہ ہو سکتا تھا پھر یہ ٹیکس لوگوں کو طرح طرح سے تنگ کر کے حاصل کئے جاتے تھے اور اگر وہ ٹیکس دینے سے انکار کرتے تو ان کے خلاف فوجی کارروائی کی جاتی اور گرفتار کر کے طرح طرح سے عذاب دیا جاتا تھا اگر وہ اطاعت شعاری کے ساتھ ٹیکس ادا کرتے رہتے تو ان سے ٹیکس وصول کرتے کرتے ان کو گدھوں اور بیلوں کے درجے پہ پہنچا دیا جاتا جن سے آبپاشی، فصل کاٹنے اور گاہنے کا کام لیا جاتا ہے اور جن کو صرف اس لئے زندہ رکھا جاتا ہے کہ ان سے کام لیا جاتا ہے۔

عوام کی حالت:۔ اس تنگ حالی اور بے سرو سامانی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ عوام

وربما كان اقليم واسع ليس فيهم احد يهمه دينه ولم يكن ليحصل ايضا الا بقوم ينكصون بتهيئة تلك المطاعم والملابس والابنية وغيرها ويتركون اصول المكاسب التي عليها بناء نظام العالم وصار عامة من يطوف عليهم يتكلفون محاكاة الصناديد في هذه الاشياء والا لم يجدوا عندهم حظوة ولا كانوا عندهم على بال وصار جمهور الناس عيالا على الخليفة يتكففون منه تارة على انهم من الغزاة والمدبرين للمدينة يترسمون برسومهم والا يكون المقصود دفع الحاجة ولكن القيام بسيرة سلفهم وتارة على انهم شعراء جرت عادة الملوك بصلتهم. وتارة على انهم زهاد وفقراء ليقبح من الخليفة ان لا يتفقد حالهم فيضيق بعضهم بعضا وتتوقف مكاسبهم على صحبة الملوك والرفق بهم

ٹیکس ادا کرنے اور اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے کمانے کے سوا اور کوئی کام کر ہی نہیں سکتے چہ جائیکہ سعادت اُخروی کے متعلق کچھ سوچ سکیں اور رفتہ رفتہ ان میں سے اس طرح فکر کرنے اور سوچنے کا مادہ ہی فنا ہو جاتا ہے کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ ملک بھر میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں رہتا۔ کہ وہ مادی اسباب کے حصول سے اوپر نظر اٹھا کر غیر مادی کائنات کے اصول حیات کے مطابق بھی کوئی حرکت کر سکے

انسانی معاشرت پر خطرناک اثر

اس فاسد نظام معاشی میں سامان عیاشی جہاں مالِ خطیر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا وہاں اس کے حصول کے لئے یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ کہ بعض لوگوں کو اِن عیاشیوں کے لئے طرح طرح کے کھانے اور عیاشی میں مدد دینے والی دوائیں تیار کرتے اور لباس فاخرہ ایجاد کرتے اور عالی شان محلات بنانے کے پیشے اختیار کرنے پڑتے ہیں جن کی وجہ سے وہ پیشے رہ جاتے ہیں جس پر انسانی معاشرے کا مدار ہے

یہ مصیبت صرف بادشاہوں اور امیروں ہی کے طبقے میں بند نہیں رہ جاتی۔ بلکہ رفتہ رفتہ عوام بھی، جن کا واسطہ ان امیروں سے پڑتا ہے اپنے امیر آقاؤں کی ریس کرنے لگ جاتے ہیں۔ ورنہ انہیں ان آقاؤں کی نگاہوں میں عزت و احترام حاصل نہیں ہوتا۔ اور نہ اِن کے درباروں میں قدر ہوتی ہے۔

بیکاری کی مصیبت

اس طرح رفتہ رفتہ امیر و غریب سب لوگوں کا بار کفالت بادشاہوں پر آ پڑتا ہے۔ اور وہ ان سے روزینہ طلب کرتے ہیں مثلاً ایک طبقہ جنگ کئے بغیر جنگجو باپ دادا کے نام سے وظیفہ خوری کرتا ہے، دوسرا طبقہ مدبرین مملکت کے نام سے پرورش پانے لگتا ہے۔ حالانکہ وہ خود اس سلسلے میں کوئی کام نہیں کرتے صرف اپنے باپ دادا کے نام کو کھاتے ہیں ایک گروہ بادشاہوں اور امیروں کی مدح خوانی کر کے ان کے خوانِ کرم سے زلہ ربائی کرتا ہے کوئی صوفی اور فقیر بن کر دعا گوئی کے بہانے مالی استحصال کرتا ہے۔

وحسن المحاورة معهم والتملق منهم وكان ذلك هو الفن
الذى تعمق افكارهم فيه وتضيع اوقاتهم معه
فلما كثرت هذه الاشغال ترسخت فى نفوس الناس
هيآت خبيسة واعرضوا عن الاخلاق الصالحة وان
شئت ان تعرف حقيقة هذا المرض فانظر الى
قوم ليست فيهم الخلافة ولا هم متعمقون
فى لذائذ الاطعمة والالبسة تجد كل
واحد منهم بيده امره وليس عليه من
الضرائب الثقيلة ما يثقل ظهره
فهم يستطيعون التفرغ لامر الدين
والملة ثم تصور حالهم لو كان فيهم
الخلافة وملاؤها سخروا المرعية
وتسلطوا عليهم فلما عظمت هذه
المصيبة واشتد هذا المرض سخط
عليهم الله والملائكة المقربون وكان
رضاه تعالى فى معالجة هذا المرض بقطع
مادته فبعث نبيا اميا صلى الله عليه

پھر ایسے لوگوں کی تعداد بڑھنے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کے لئے تنگ حالی کا موجب بن جاتے ہیں خلاصہ یہ کہ کسبِ معاش کے بہترین مفید ذرائع کے بجائے ان لوگوں کا ذریعہ معاش امرا کی مصاحبت اور ندیمی، چرب زبانی اور چاپلوسی رہ جاتا ہے۔ اور اہلِ فکر کے افکار انہی "فنونِ لطیفہ" میں دقیقہ سنجی کرنے میں وقف ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے اوقات عزیز انہی (لغویات) میں ضائع کرنے لگ جاتے ہیں۔

اخلاقی بربادی جب لوگ ہر وقت اس قسم کی لغو باتوں میں مشغول رہنے لگتے ہیں تو ان کی ذہنیت خراب ہو جاتی ہے اور کمینہ ہیئتیں ان کے نفوس میں جمع ہو جاتی ہیں اور وہ اخلاق فاضلہ سے عاری رہ جاتے ہیں

ایک مثال اس مرض کی حقیقت معلوم کرنی ہو تو اس قوم کی حالت پر غور کرو جس نے ابھی بین الاقوامی غلبہ حاصل نہیں کیا۔ یہ وہ قوم ہے جس کے افراد ابھی کھانے پینے اور کپڑے لتے کے تکلفات میں نہیں پڑے ایسی قوم کا ہر فرد خود مختارانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ کمر شکن سرکاری ٹیکسوں کے بوجھ سے آزاد ہے۔ ایسے لوگ ذہنی اور ملی امور پر غور کرنے کے لئے کافی فرصت پاتے ہیں اس کے بعد اس قوم کی اس حالت پر غور کرو جب اس میں بین الاقوامی سیاسی مرکزیت پیدا ہو جائے اب وہ رعیت کو غلام بنا لیتے ہیں اور اس پر پورا پورا تسلط جما لیتے ہیں

عیاشانہ زندگی کا انجام: انقلاب غرض جب ایران اور روم کی سوسائٹی اس حالت کو پہنچ گئی اور انسانیتِ عامہ کی مصیبت بڑھتے بڑھتے حد سے گزر گئی اور یہ مرض لا علاج ہو گیا تو حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے ناراضی کا اظہار کیا اور مقرب فرشتوں نے بھی اسے ملعون قرار دیا۔ اب حکمت خداوندی کا تقاضا یہ ہوا کہ اس مرض کے علاج کا واحد طریق یہ ہے کہ مادہ ہی کاٹ کر نکال پھینکا جائے . . . اس مہم کو سر کرنے کے لئے اس ان پڑھ

وسلّم لم یخالط العجم والروم ولم یترسّم برسومہم وجعلہ میزانا یعرف بہ الھدی الصالح المرضی عند اللّٰہ من غیر المرضی وانطقہ بذم عادات الاعاجم وقبح الاستغراق فی الحیوۃ الدنیا والاطمینان بہا ونفث فی قلبہ ان یحرم علیہم رؤس ما اعتادہ الاعاجم و تباھوا بہا کلبس الحریر والقسی والارجوان واستعمال اوانی الذھب والفضۃ وحلی الذھب غیر المقطع والثیاب المصنوعۃ فیہا الصور وتزویق البیوت وغیر ذلک وقضی بزوال دولتہم بدولتہ وریاستہم بریاستہ وبانہ ھلک کسری فلا کسری بعدہ وھلک قیصر فلا قیصر بعدہ

فائدہ ۲۲:۔ قال الامام ولی اللّٰہ فی التفہیمات[1] واعلم ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم اجتمعت فیہ خصلتان احدھما النبوۃ والثانیۃ سعادۃ قریش لسببہ فالنبوۃ عمت کل الاصناف والاحمر والاسود متویان فیما یرجع الی الفیض الذی ھو من باب النبوۃ ولذلک لما اقتضت المصلحۃ الکلیۃ عموم سلطنۃ الترک المصمم المتین بدین الاسلام

[1] جلد اول ص۳۰۳

نبی کو مبعوث فرمایا جو کبھی ایرانیوں یا رومیوں کے ساتھ مل جل کر نہیں رہا تھا۔ اور نہ جس نے کبھی ان کے رسم ورواج اختیار کئے تھے چنانچہ اسے اپنے نزدیک عاداتِ صالحہ وغیر صالحہ کی جانچ کا معیار بنایا اور اس کی زبان سے ایرانیوں وغیرہ کی عادات، دنیا کی زندگی میں انہماک اور اس پر اطمینان سے بیٹھ رہنے کی سخت مذمت کرائی اور ایرانیوں کی رسم ورواج کے اصول کو جن پر وہ فخر کرتے تھے حرام قرار دیا۔ مثلاً ابریشم خالص اور حلوان ریشمی وغیرہ کے کپڑے پہننا سونے چاندی کے برتن استعمال کرنا۔ ان گھڑ سونے کے زیورات بنانا، تصویروں والے کپڑے بننا اور مکانوں کو نقاشی سے سجانا وغیرہ نیز حکمت الٰہی نے فیصلہ کیا کہ اس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کے ذریعے سے ان کے نظام کا خاتمہ کر دیا جائے اور اس کی اقوام کی لیڈر شپ کے ذریعے سے ان کی بین الاقوامی لیڈر شپ مٹا دی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نہ کسریٰ رہا نہ قیصر اور ان کے ساتھ کسرویت اور قیصریت کا بت بھی ٹوٹ گیا

فائدہ ۲۲ :۔ حجۃ الاسلام امام ولی اللہ دہلوی تفہیمات میں فرماتے ہیں کہ :۔ واضح رہے کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں دو خصوصیتیں جمع ہو گئی ہیں

(۱) نبوت اور (۲) آپ کے سبب سے قریش کی سعادت

آپ کی نبوت (مفہمیت کے) جملہ اصناف پر مشتمل ہے اور آپ کے فیض نبوت سے سب سرخ وسیاہ یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب (حکمت الٰہی کی) مصلحت کلی کا تقاضا ہوا کہ ترکوں کی سلطنت عام طور پر پھیل جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توجہ اسلام قبول کرنے کی طرف پھیر دی۔

واما سعادة قريش فبسببها كانت خلافتهم الى زمان طويل والذى اعتقده انه ان اتفق غلبة الهنود مثلا على اقليم هندوستان غلبة مستقرة عامة وجب في حكمة الله ان يلهم روساءهم التدين بدين الاسلام كما الهم الترك وذلك منشعب من عموم نبوته والعقاد كونه صاحب ملة وللنبى صلى الله عليه وسلم تارات فتارة يتكلم من جهة نبوته وتارة يتكلم من جهة كونه منشأ لسعادة قريش اه

قال العبد الضعيف:- ابرٰهيم واسمعيل عليهما السّلام دعا ربهما عند بناء الكعبة انشاء امة مسلمة من اولادهما اولاً وبعث نبى يعلمهم الدين ثانياً ففى سورة البقرة "اذ يرفع ابرٰهيم القواعد من البيت واسمٰعيل ربّنا تقبّل منا انك انت السميع العليم ○ ربنا واجعلنا مسلمين لك ومن ذريّتنا امة مسلمة لك وارنا مناسكنا وتب علينا انك انت التواب الرحيم ○ ربنا وابعث فيهم رسولاً منهم يتلو عليهم اٰيٰتك ويعلمهم الكتاب والحكمة ويزكيهم انك انت العزيز الحكيم" ○ قلت فالامة المسلمة من ذريّة ابرٰهيم واسمعيل ليست الّا قريش۔

قال الامام ولى الله فى باب اصلاح الجاهلية فى حجة الله البالغه "وكان بنو اسمعيل توارثوا منهاج ابيهم اسمٰعيل فكانوا

باقی رہی قریش کی سعادت تو اُن کی طویل حکومت کی وجہ یہی سعادت تھی میرا وجدان گواہی دیتا ہے کہ اگر کسی سیاسی انقلاب کا تقاضا یہ ہوا کہ ہندوستان کے ہندو مستقل عمومی حکومت پیدا کریں تو یقیناً قانون الٰہی کا فیصلہ یہ ہوگا کہ ہندو لیڈر اسلام قبول کرلیں جیسے ترکوں نے قبول کرلیا تھا۔ کیونکہ جناب نبی اکرم صلعم کی نبوت کی عمومیت اور آپ کے صاحب ملت ہونے سے یہی بات پیدا ہوتی ہے

حضرت نبی اکرم صلعم کے کلام کے ایک سے زیادہ پہلو ہیں۔ کبھی تو آپ نبی ہونے کی حیثیت سے کلام فرماتے ہیں کبھی اس حیثیت سے کہ آپ قریش کی سعادت کا ذریعہ ہیں۔

یادداشت:۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے کعبہ کی بنیادیں رکھتے وقت دعا کی تھی۔ کہ اُن کی اولاد سے پہلے تو ایک امت مسلمہ پیدا کی جائے پھر ان میں ایک نبی پیدا کیا جائے جو ان کو قانون الٰہی (دین) سکھائے چنانچہ سورۃ البقرۃ کے الفاظ یہ ہیں کہ:۔

اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم ۞ ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم اٰیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم ۞

(جب ابراہیم اور اسمٰعیل بیت اللہ کی بنیادیں کھڑی کررہے تھے تو انہوں نے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری طرف سے اسے قبول فرما تو سننے والا اور جاننے والا ہے اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار رکھ اور ہماری نسل سے ایک امت مسلمہ پیدا کر ہمیں مناسک سکھا ہم پر رحمت کے ساتھ رجوع فرما، تو تواب اور رحیم ہے۔ نیز اے ہمارے پروردگار! اس امت مسلمہ میں انہی میں سے ایک رسول بھیج۔ جو تیرے احکام ان کو پڑھ کر سنائے۔ انہیں قانون اور حکمت سکھائے اور ان کو پاک کرے۔ تو یقیناً عزت اور حکمت دینے والا ہے)

ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی ذریت سے قریش کے سوا اور کوئی امت پیدا نہیں ہوئی حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ کے باب "اصلاح الجاہلیۃ" میں فرماتے ہیں۔ کہ:۔ بنی اسمٰعیل کو اپنے

علیٰ تلک الشریعۃ الی ان وجد عمرو بن لحی فادخل فیہا اشیاء برایہ الکاسد فضلّ واضل وشرع عبادۃ الاوثان وسیب السوائب وبحر البحائر فھنالک بطل الدین واختلط الصحیح بالفاسد وغلب علیہم الجہل والشرک والکفر فبعث اللّٰہ سیدنا محمداً صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم مقیما لعوجہم ومصلحاً لفسادہم

قلت فالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان مبعوثاً الی قریش اوّلاً وبواسطتہم الی الناس عامۃ"

"قال الامام ولی اللّٰہ فی کتاب الجہاد من حجۃ اللّٰہ البالغۃ "ان الاوّلین من المہاجرین والانصار کانوا سبب دخول قریش ومن حولہم فی الاسلام ثم فتح اللّٰہ علی ایدی ھٰؤلاء العراق والشام ثم فتح اللّٰہ علی ایدی ھٰؤلاء الفرس والروم ثم فتح اللّٰہ علی ایدی ھٰؤلاء الھند والترک والسودان" اھ

فائدۃ ۲۳:۔ قال الامام ولی اللّٰہ فی البدور البازغۃ اکثر الضرر والفساد فی الارض من وجہین اختیار الناس الارتفاق الذی لا یناسبہم بحسب طباعہم اما الاستحسان لہ سابغ واما الاستنکاف من ترک الارتفاق الذی اختارہ آباءہ واقرانہ ولقد برق علینا بریق من العنایۃ الازلیۃ

جدامجد حضرت اسمٰعیلؑ کا طریقہ ورثے میں پہنچا۔ وہ اس شریعت پر عمل کرتے رہے تا آنکہ عمرو بن لحی پیدا ہوا جس نے اس سے بہت سی باتیں اپنی غلط رائے سے داخل کر دیں چنانچہ وہ خود بھی گمراہ ہوا اور اس نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے بت پرستی کرنے۔ بتوں کے نام پر جانور چھوڑنے، اونٹنی کے بچے کا بحیرہ کرنے کی رسمیں ایجاد کیں جن سے وہ دین ضائع ہو گیا۔ صحیح تعلیم میں غلط تعلیم مل گئی اور رفتہ رفتہ بنی اسمٰعیل پر جہالت، شرک اور کفر کا غلبہ ہو گیا۔ اب خدا تعالیٰ نے بنی اسمٰعیل کی کجیوں کو سیدھا کرنے اور ان کے فساد کی اصلاح کرنے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا"

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سب سے پہلے تو قریش کے لئے ہوئی۔ اور ان کے واسطے سے ساری نوع انسان کے لئے ہوئی۔ چنانچہ حضرت امام ولی اللہ دہلوی حجۃ اللہ البالغہ کی کتاب الجہاد میں فرماتے ہیں کہ:۔

"مہاجرین اور انصار کا پہلا طبقہ قریش اور ان کے اردگرد کے قبائل کے قبول اسلام کا موجب بنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں عراق اور شام فتح کرایا۔ پھر ان عراقیوں اور شامیوں کے ہاتھوں فارس اور روم کی شہنشاہیتیں زیر ہوئیں اور ان کی مدد سے ہند، ترکستان اور علاقہ سوڈان فتح ہوا" (مولانا عبید اللہ سندھی)

فائدہ ۲۳:۔ حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ "بدور بازغہ" میں فرماتے ہیں کہ:۔

کسی ملک میں زیادہ تر ضرر اور خرابی پیدا ہو جانے کے دو سبب ہوتے ہیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ لوگ ایسا ارتفاق اختیار کر لیتے ہیں جو ان کی طبیعتوں کے موافق نہیں ہوتا لیکن وہ اختیاریوں کر لیتے ہیں کہ یا تو وہ عوام میں بہت پسندیدہ خیال کیا جاتا ہے یا اس لئے اس ارتفاق میں پھنسے رہتے ہیں کہ ان کے باپ دادا نے اسے اختیار کیا تھا۔ اور اب یہ اس لئے اسے ترک نہیں کر سکتے کہ سوسائٹی ان کے ترک کرنے پر ناک بھوں چڑھائے گی

المتمثلة فی الارتفاق الثانی بالفارسیة "اہل خاندان قدیم زیان کاران اند در آنہا شومی ہست" فلم نعرف تاویلہ حتی انظہر علینا الامر بان کل امرئی مالم یجد ارتفاقہ الذی یناسب طباعہ لم یطمئن والثانی اشراك الناس فی الارتفاق الثانی قبل ان یتم الارتفاق المقدم وذلك مثل سعیہم فی تحصیل الجاہ قبل ان یتم الارتفاق المنزلی اوصیرورتہم عیالاً علی الخلیفة و ترکہم الارتفاق الاکتسابی انتہی

اللہ تعالیٰ کی عنایت ازلی کی طرف سے جو اجتماع انسانی کے ارتفاق دوم کی شکل میں متمثل ہوتی ہے۔ ہم پر فارسی زبان میں ایک الہام ہُوا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:۔
"اہلِ خاندان قدیم زیاکارانند، درانہا شومی ہست" (قدیم خاندانوں والے گھاٹے میں ہیں۔ ان میں بدبختی ہے) اس الہام کی حقیقت ہم پر اس وقت تک نہ کھلی جب تک ہم پر یہ واضح نہ ہُوا۔ کہ جب تک کوئی شخص ایسا ارتفاق اختیار نہ کرے۔ جو اس کی طبیعت کے موافق ہو۔ اس وقت تک وہ اطمینان قلب نہیں پاسکتا۔

(۲) دوسرا سبب یہ ہے کہ لوگ ارتفاقات کی ایک منزل پوری کئے بغیر دوسری منزل کے ارتفاقات شروع کر لیتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ارتفاقِ منزلی تو پورا نہ کرے۔ اور سوسائٹی میں جاہ و مرتبہ حاصل کرنے کے پیچھے لگ جائے۔ یا ارتفاقِ اکتسابی اختیار نہ کرکے بیت المال پر بوجھ بن جائے۔"

امام الائمہ امام ولی اللہ دہلوی

اور ان کا

فلسفۂ عمرانیات و معاشیات

اس کتاب میں حکیم الہند امام ولی اللہ محدث دہلوی کے فلسفہ عمرانیات و معاشیات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس فلسفے کی رُوح سرمایہ پرستی کا قطعی استیصال ہے اس کے مطالعے سے ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا زمانۂ حال کا کوئی بلند پایہ محقق فلسفی اس دَور کے معاشی مصائب کا حل پیش کر رہا ہے کارل مارکس کی پیدائش سے ایک سو سال پہلے اس قسم کا جامع بین الاقوامی انقلابی لائحہ عمل (International Revolutionary Programme) دنیا کے سامنے لانا حکیم الہند موصوف ہی کا حصہ ہے اس پروگرام سے انسان کی تمام معاشی اور عقلی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں یہ پروگرام قرآن حکیم کی تعلیم اور اسلام کے بہترین دورِ انقلاب (Revolutionary Period) خیر القرون کے عملی تجربوں پر مبنی ہے۔

مفکر مشرق حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کا ارشاد ہے کہ "فلسفۂ ولی اللّٰہی کے متبحر اگر یورپ کے مشہور فلاسفروں کے مقابلے میں امام ولی اللہ کے اجتماعی نظریات عالمگیر زبانوں میں شائع کر سکیں تو دنیا قرآنی انقلاب کے اصولوں کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔"

اس زمانے میں جب کہ ہندوستان کے آئندہ نظامِ معاشیات و اقتصادیات پر غور ہو رہا ہے ہر ایک ہندوستانی کا فرض ہے کہ اس کتاب کا پوری سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کرے۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ بیت الحکمۃ لاہور

انقلاب کی طرف پہلا قدم:

درجۂ نو آبادیات

اس رسالے میں ہندوستان کی موجودہ حالت پر مختصر تبصرہ کر کے سیاسی جمود کے حل کی ایک تجربی سکیم پیش کی گئی ہے۔ قابلِ دید رسالہ ہے۔

انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع کیا گیا ہے

اردو ایڈیشن قیمت ــــــــــ ۱ر

انگریزی ایڈیشن قیمت ــــــــــ ۳ر

ملنے کا پتہ

مکتبہ بیت الحکمت لاہور

گیلانی الیکٹرک پرنٹنگ پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام میر محمد فضل بخش پرنٹر پبلشر نے چھپوا کر مکتبہ بیت الحکمت اندرون لوہاری دروازہ لاہور سے شائع کیا۔

رسالہ ہمعات

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کی رائے

امام الائمہ حضرت امام ولی اللہ بن عبدالرحیم رحمہما اللہ تعالیٰ بالطافہ العمیم (جس طرح تفسیر، فقہ اور حدیث کے امام ہیں اسی طرح تصوف اور سلوک کے بھی امام ہیں۔ آپ انسانیت کے متعلق جس قدر علوم و معارف تلقین فرماتے ہیں۔ ان کو انسان کے لطائف ثلاثہ یعنی عقل (جس کا تعلق دماغ کے ساتھ ہے) ارادہ (جس کا تعلق دل کے ساتھ ہے) اور تدبیر بدن (جس کا تعلق جگر کے ساتھ ہے) کے مطابق تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں ہر ایک انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنی ان تینوں قوتوں کو عام انسانیت کے اصول پر مکمل کرے خداوند تعالیٰ نے نوعِ انسان کا جو نمونہ قائم کیا ہے اس کے قریب پہنچنا ہر ایک انسان کا طبعی فرض ہے اس سے کوئی انسان مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ پس جو انسان اس نمونے کے جتنا قریب ہوگا وہ اتنا ہی اچھا ہوگا اور جو انسان اس نمونے سے جتنا دُور ہوگا اُتنا ہی بُرا سمجھا جائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ حکمت ولّٰہی میں تمدن بھی انسانیت کا لازم جزء قرار پایا ہے اور موت پر انسان کا خاتمہ نہیں مانا جاتا۔ بلکہ اس کے بعد بھی اس کے لطائف کی تکمیل کا سامان ملتا رہتا ہے

ان مسائل کو بطورِ اصول موضوعہ تسلیم کر لیا جائے تو حکمت پسند دماغوں کو بحث اور فکر کے لئے علیحدہ موقعے بہم پہنچائے جائیں گے۔ ان اصول کو تسلیم کرنے والے اگر اپنی نفسی تکمیل کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دے لیں تو اسے سلوک کہا جا سکتا ہے۔

حضرت امام ولی اللہ نے سلوک پر چند کتابیں لکھی ہیں چنانچہ وہ اذکار اور آداب جو ایک سالک کو سب سے پہلے کرنے چاہئیں "القول الجمیل" میں ذکر فرمائے ہیں۔

ایک ترقی یافتہ دماغ کو سلوک کا منتہی (یعنی امام نوع انسانی کے موطن حظیرۃ القدس سے اتصال)

سمجھانے کے لئے آپ نے "سطعات" تحریر فرمائی ہے۔

انسان کی اندرونی نفسی قوتوں یعنی عقل، ارادہ اور تدبیر نفس پر سلوک کا کیا اثر پڑتا ہے اور ایک قوت دوسری قوت سے کس طرح پھوٹ کر نکلتی ہے۔ اس کا بیان آپ نے "الطاف القدس" میں کیا ہے

راہِ سلوک کے جو بڑے سالک گزرے ہیں ان میں سے ابتدائی دور میں حضرت جنید بغدادی اور بایزید بسطامی (رحمہما اللہ تعالیٰ) ہیں اور آخری دور میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حضرت شیخ معین الدین چشتی اور حضرت بہاؤ الدین نقشبندی (رحمہم اللہ تعالیٰ) بہت بڑے بزرگ ہیں۔ انہوں نے سلوک کس طرح مرتب کیا اور ان کی صحبت سے کامل کس طرح پیدا ہوئے؟ یہ تاریخ حکمت کا ایک مستقل باب ہے جسے حضرت امام الائمہ ولی اللہ نے زیر نظر رسالہ "ہمعات" میں ضبط فرمایا ہے۔ اسے تصوف کا فلسفۂ تاریخ سمجھنا چاہئے آگے انسانیت اس فکر کو عقلی درجے پر کس طرح قبول کریگی؟ پرانے یونانی اور ہندی حکماء انسانیت کے متعلق کیا خیال رکھتے تھے؟ وہ اپنے خیالات کو انسان کے عام معارف کے ساتھ کس حد تک موافق بنا سکے۔ اور ایک حکیم ان کو تسلیم کر کے اپنے سلوک کو کس طرح معقول طور پر پیش کرتا ہے۔ اس کے لئے آپ نے "لمحات" لکھی۔

حضرت امام الائمہ کے پوتے مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے آپ کے ان رسالوں کی تمہید "العبقات" کے نام سے لکھی۔ اگر ان پانچوں رسالوں کو تھوڑی سی محنت کر کے غور سے پڑھ لیا جائے تو امام ولی اللہ کا سکھایا ہوا طریق سلوک اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتا ہے

حکمت والٰہی میں یہ رسالے ابتدائی قاعدوں (PRIMERS) کے طور پر پڑھائے جاتے ہیں اس کے بعد امام ولی اللہ کی حکمت کی تعلیم شروع کی جاتی ہے

عبید اللہ السندھی

مدرسہ قاسم العلوم لاہور۔ ۷ اپریل سنہ ۹۴۲ھ ہندی